

# احکام دین بہ زبان چہار دہ معصومینؑ

مرتبہ / مؤلفہ

ابنِ قاسم

## احکام دین بہ زبان چہار دہ معصومین

حدیث قدسی:

حضرت امام علی رضاؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خداؐ سے نقل کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے یہ بات جبریلؑ سے سنی، جبریلؑ نے میکائیلؑ سے سنی، میکائیلؑ نے اسرافیلؑ سے سنی، اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:..... ”میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے میں نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا اور میں نے ان میں سے اپنے انبیاء کا انتخاب کیا اور پھر بزم انبیاء میں سے محمدؐ کو اپنا حبیب اور خلیل اور صفی منتخب کیا اور اسے اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر روانہ کیا۔ میں نے اپنے حبیبؐ کے لیے علیؑ کا انتخاب کیا اور میں نے اسے اپنے حبیب کا بھائی، وصی اور وزیر بنایا اور ان کا خلیفہ نامزد کیا۔ چنانچہ محمدؐ اور علیؑ آسمان و زمین کی مخلوقات پر میری حجت ہیں میں محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کے اقرار کے بغیر کسی کا کوئی عمل قبول نہیں کروں گا۔“

حوالہ: (1) تفسیر نور الثقلین جلد دوم صفحہ 246 حدیث 487 مطبوعہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور۔

(2) عیون اخبار الرضا جلد دوم صفحہ 117 مطبوعہ اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی۔

(3) غایۃ المرام ہاشم بحرانی جلد دوم صفحہ 291 باب 23 حدیث 28

## نذرانہ عقیدت

میں اپنی یہ حقیرانہ سی محنت خاتمۃ المعصومینؑ، ولئی امورِ عالمین، خاتم الآئمہ، قائم آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آئمہ الطاہرین کی خدمتِ اقدس میں بطور نذرانہ عقیدت پیش کر رہا ہوں۔  
 پر امید ہوں کہ معصوم علیہ السلام اپنی کریمانہ نظر سے نوازیں گے اور شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ بحق عصمتِ سیدہ عالم سلام اللہ علیہا۔

ابنِ قاسم

## انتساب

میں یہ کتاب اپنے شفیق والد گرامی میاں غلام قاسم صاحب (مرحوم) کے مبارک نام کرتا ہوں جن کی تربیت سے میں اس قابل بن سکا۔ خدا ان کے درجات بلند فرمائے۔  
مومنین کرام کی خدمت میں مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے تلاوت سورۃ الفاتحہ کی درخواست ہے۔ شکریہ۔  
ابن قاسم

## اظہارِ تشکر

میں شکر گزار ہوں اپنے گھر کے تمام افراد کا نیز اپنے تمام احباب کا جنہوں نے اس کتاب کی تدوین اور اشاعت کے سلسلے میں بھرپور تعاون کیا۔ میں خاص طور پر سید وقار حسین نقوی، سید اظہر علی کاظمی، سید اسد عباس زیدی، سید بدر عباس زیدی، سید گوہر حسین بخاری، سید فیاض حسین بخاری، سید عمار یاسر نقوی، سید منظور حسین نقوی، سید قمر عباس نقوی، میاں محمد اجمل لطیف، آغا فیصل بن ذوالفقار، المرتضیٰ علی اولکھ، رانا انور حسین، خادم حسین جعفری، ذاکر الفت حسین الفت، میاں ابوذر عباس، میاں تصور عباس قمر، میاں لیاقت علی، میاں حسن رضا کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ہر جگہ میری راہنمائی فرمائی۔ میں ان سب حضرات سے اپنی تہی دامن کی معذرت چاہتا ہوں اور انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی ہر قسم کی خدمت کا صلہ وہی معصوم ہستیاں دیں گی جن کی بندگی و خوشنودی کے لیے انہوں نے یہ خدمت کی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ہستیاں محسنین کا اجر ان کی خواہشات و توقعات سے بڑھ کر عطا کرتی ہیں۔

میں دعا گو ہوں کہ خداوندِ عالم ہمارے آخری والی و وارث قائم آل محمدؐ کے ظہور پر نور میں تعجیل فرمائے۔ بحق محمد و اہل بیت محمدؐ۔

ابن قاسم

## تقریظ از قلم سید اظہر علی کاظمی

عہ السلام علیکم، تحفہ یا علیٰ مددا

شیعت کی تاریخ دیکھی جائے تو یہ اتنی ہی پرانی ہے جتنی اسلام کی ہے۔ حضور اکرمؐ کی ظاہری حیات کے خاتمے کے بعد جس طرح دین کو تبدیل کیا گیا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں اور خصوصاً بنو امیہ کے دور میں جس طرح نبیؐ سے منسوب کر کے حدیثیں اور روایات تیار کرنے کی فیکٹریوں نے جنم لیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصل اور نقل کی پہچان ہی ختم ہوگئی۔ اہل بیتؑ اور معصومینؑ نے دین کو اصل حالت میں پیش کیا مگر لوگوں نے ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا اور اسے قبول نہ کیا اس کا ایک سبب حکومت کا مخالفانہ رویہ بھی تھا مثال کے طور پر امام جعفر صادقؑ کی فقہ کو فروغ ملتے دیکھ کر اس وقت کے حاکم نے آپؑ ہی کے ایک شاگرد نعمان بن ثابت یعنی ابو حنیفہ کو سرکاری سرپرستی میں آپؑ کے مقابلے میں لاکھڑا کیا اور اس مقصد کے لیے حکومتی پیسہ اور مشینری کو بے دریغ استعمال کیا اور اس نے قیاس کے بل بوتے پر دین میں ایسی فتنہ گریاں کیں کہ الحفیظ والامان۔

بہر حال یہاں میرا مقصد تاریخ کی سیاہ کاریاں بیان کرنا نہیں بلکہ صرف آپؑ کی توجہ ان حالات کی طرف کرواتے ہوئے اس کتاب کی غرض و غایت پر روشنی ڈالنا ہے جو اس وقت آپؑ کے ہاتھوں میں ہے۔ مگر اس سے پہلے اپنے بارے میں بھی تھوڑا سا بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میرا تعلق ایک عام سنی سید گھرانے سے تھا یعنی مذہبی تحقیق و گہرائی سے یکسر دور۔ جہاں ارد گرد کی مسجدوں سے یہ آوازیں متواتر کانوں میں پڑتی ہوں کہ گہرائی میں جانا کفر ہے۔ لیکن جب انسان کا نصیب سنور نے لگے تو اللہ رب العزت اور محمدؐ و آل محمدؐ کی نصرت و حمایت سے ظلمت و جہالت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور انسان نور کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے لہذا ۲۰۰۱ء میں مجھے یہ روشنی نصیب ہوئی اور میں نے باقاعدہ فقہ جعفریہ کی تعلیمات پر عمل شروع کر دیا۔ مگر مجھے اس وقت ایک بار پھر پریشانی لاحق ہوئی جب میں نے توضیحات المسائل کو پڑھا اس لیے کہ ان میں کسی مجتہد کی تقلید کو واجب قرار دیا گیا تھا۔ چونکہ میری آمدنی تھی اس لیے میں نے بھی ایک مجتہد کی تقلید کر لی لیکن دل مطمئن نہیں تھا اس لیے کہ مجتہدین کی توضیحات بذات خود مختلف تھیں اصولی اور فروعی مسائل میں بہت فرق تھا یہاں تک کہ بہت سے مسائل میں فتاویٰ جات معصومینؑ کے اقوال کے بالکل خلاف تھے۔ جو کہ میرے لیے اچنے کی بات تھی کیوں کہ مجھے اس مذہب کی طرف جن چیزوں نے راغب کیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھی کہ معصومینؑ کے اقوال میں بالکل فرق نہیں ہے جو پہلے کا قول ہے وہی درمیان والے کا ہے وہی آخری کا ہے سو مجھے کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی اور میں

حقیقت کو ڈھونڈنے لگ گیا کیوں کہ میں پہلے بڑی مشکل سے ایک غیر معصوم کی تقلید سے جان چھڑوا کے آیا تھا اگر معصومین کے دروازے پر آ کر بھی کسی غیر معصوم ہی کی پیروی کرنا تھی تو پھر میں پہلے بھی ٹھیک تھا۔ اس لیے میں نے تقلید ترک کر کے معصومین کے فرامین کی طرف رجوع کیا اور میں بالکل مطمئن ہوتا گیا نیز یہ راز بھی کھل گیا کہ غیر معصوم کی تقلید کروانے کی اصل وجہ کیا ہے اور سارا زور اسی تقلید کو واجب قرار دینے پر کیوں لگایا جاتا ہے؟

جناب ابن قاسم سے کافی عرصہ سے دوستی اور مذہبی رشتہ استوار تھا جب میں نے اپنی بات کا ذکر ان سے کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں اسی حوالے سے ایک کتاب لکھ چکا ہوں جو ابھی پبلشنگ کے مراحل میں داخل نہیں ہوئی مجھے یہ سن کر بہت خوش ہوئی اس لیے کہ میں ابن قاسم کی ایک کتاب کا پہلے مطالعہ کر چکا تھا۔ ان کی پہلی کتاب ”تیسری گواہی سے انکار کیوں؟“ ایسی لا جواب ہے کہ جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ سوانہوں نے مسودہ مجھے پڑھنے کے لیے دے دیا اور میری تجویز لینے کی بھی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اس کتاب کو بغور پڑھنا شروع کر دیا اور جوں جوں پڑھتا گیا اس کتاب کی گہرائیوں میں گم ہوتا گیا۔ خدا ابن قاسم کی اس محنت کو قبول فرمائے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے اس کتاب کی تعریف کروں۔ ایسی خوش اسلوبی سے فقہی مسائل بیان کیے گئے ہیں کہ پوری زندگی کتاب کو پڑھتے ہوئے بھی اکتاہٹ نہیں ہوگی تمام فقہی مسائل جو ایک انسان کو روزمرہ کی بنیاد پر پیش آتے ہیں اس میں جمع ہیں۔ فقہی مسائل کی کتابیں تو بہت ہیں مگر اس کا توازن ہی الگ ہے ہر مسئلہ معصوم کی زبان سے بیان کیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کے ساتھ مستند کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ نیز یہ کہ صرف مستند کتب پر انحصار ہی نہیں کیا گیا بلکہ حدیث کی سند کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے اور اگر مجتہدین یا عوام الناس میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہے تو وہاں باقاعدہ حدیث کی قسم کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اپنے روزمرہ معمولات میں معصومین کے فرامین پر عمل پیرا ہیں اور اگر ہم ان اقوال کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیں اور معصومین کی تقلید کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس دنیا میں ہم دوسروں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہوں اور روزِ محشر معصومین کے سامنے سرخرو ہوں اور ان کے لیے شرمندگی کا باعث نہ ہوں۔

میرے خیال میں شیعوں کا کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیے کیوں کہ یہ کتاب بوڑھوں، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے جو لوگ بہت سی کتابیں نہ خرید سکیں وہ احکام دین بزبان چہارده معصومین کو خرید لیں تمام کتب حدیث کی روح ہاتھ آجائے گی۔

سید اظہر علی کاظمی ایڈووکیٹ

## مقدمہ مؤلف

اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان العين الرحيم.

بسم اللہ الرحمن الرحيم.

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد بن المصطفى وآله الطيبين و  
الطاهرين ولعنة الله دائماً على جميع اعدائهم اجمعين.

اما بعد: مومنین کرام السلام علیکم وتحفہ یا علی مدو:

حضراتِ قارئین! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کی لافانی تعلیمات ہر دور کے انسانوں کے لیے رہنما ہیں کیونکہ اسلام کی بنیاد کلامِ الہی اور تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق، قدیر اور حکیم و علیم ہے وہ اپنے بندوں کے تمام احوال سے آگاہ رہتا ہے اس لیے اس کے احکام انسانی فطرت و سرشت کے عین مطابق ہیں اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی طاہر زبانوں سے نکلا ہوا ہر لفظ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ تعلیماتِ اسلامی پر ہر دور کے انسان عمل کرتے اور کامرانی کی طرف منازل طے کرتے رہے اور جب مسلمانوں نے انفرادی و اجتماعی زندگی میں ان آسمانی تعلیمات سے انحراف کیا تو وہ ذلت و خواری کی گہرائیوں میں جا گرے اس لیے ہر دور کی طرح دورِ حاضر کا بھی یہ تقاضا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں متحد ہوں جب ہم متحد ہوں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہلا نہ سکے گی لیکن مسلم دنیا متحد ہو تو کیسے؟ جبکہ ہم میں بے شمار اصولی و فروعی اختلافات موجود ہیں۔

خدا معلوم رسول اللہؐ نے دین کو کہاں چھوڑا تھا اور ہم کہاں پہنچ گئے۔

ذرا غور سے سوچئے کہ دینِ مبین میں اتنے اختلافات کس نے پیدا کیے؟ کیا غربا و مساکین نے، ان پڑھ لوگوں نے یا پھر..... نے؟

اگر سچے مومن کی حیثیت سے سوچا جائے تو یہ اختلافات پیدا ہی نہ ہوں۔ ارشاد رب العزت ہے.....

افلا يتندبرون القرآن و لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً.....

یعنی انھوں نے قرآن میں غور نہیں کیا اگر یہ اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت ہی اختلاف ہوتا (سورۃ نساء آیت 86)۔ پس مقصد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہوتا ہے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اب حیران کن بات یہ ہے کہ پھر اتنے اختلافات کیوں ہیں اور وہ بھی اتنے شدید کہ ایک دوسرے پر کفر و شرک و نفاق کے



فتوے جاری کیے جا رہے ہیں۔ تاریخ مسالک کا اگر مطالعہ کیا جائے تو واحد شیعہ مسلک ایسا نظر آتا ہے کہ جس کے پاس رسول اللہ تک پہنچنے کے لیے معصومین کی سند موجود ہے ایک ایسی منفرد اور پاک و پاکیزہ سند کہ جس کو تعصب زدہ لوگ بھی اپنے لیے باعثِ نجات سمجھتے ہیں۔ ان معصومین نے خدا کے دین کی ہر دور میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ حفاظت بھی کی ہے۔ اسی حفاظتِ دین الہی کے بدلے میں ان معصوم ہستیوں کو جن مظالم کا سامنا کرنا پڑا ان پر تاریخ اسلام شرم سے سر جھکا جاتی ہے۔ آج بھی کہ جس شب میں یہ مقدمہ لکھ رہا ہوں ایسی داستانِ ظلم رقم ہونے جا رہی ہے کہ جس سے کائنات کی ہر چیز ماتم کرے گی۔ ابھی کچھ گھنٹوں بعد اسنادِ معصومین کی پہلی سند یعنی حضرت امام علی ابن ابی طالبؑ کو نماز میں زخمی کیا جائے گا اور قد قتل امیر المؤمنین کی صدائیں بلند ہو جائیں گی۔ لیکن دین الہی کی حفاظت و تبلیغ میں فرق نہیں پڑے گا نیز اس ظلم و ستم کا سلسلہ حضرت امام حسن عسکریؑ تک برابر چلتا رہا لیکن دین الہی برابر پھلتا پھلتا رہا اور تا ابد انہی پاک ہستیوں کی وجہ سے پھلتا پھلتا رہے گا اس لیے کہ اس معصوم سند کے آخری راوی یعنی حضرت امام العصرؑ موجود ہیں۔ ہمارے پاس اتنی معصوم سند ہونے کے باوجود بھی اختلافات کا ہونا قابلِ مذمت ہے۔ ہمارے ہاں اختلافات کس وجہ سے ہیں کہیں ہم اس سند سے دور تو نہیں ہو گئے؟ کہیں ہم نے اس معصوم سند کے ساتھ غیر معصوم کو تو شامل نہیں کر لیا؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر انسان کے لیے محفہ فکر یہ ہیں۔

آج ہم اس دور میں آن پہنچے ہیں کہ ہر طرف نئی ایجادات کا دور دورہ ہے۔ سائنس کا علم عروج پر ہے انسان مرتخ پر کند ڈال چکا ہے۔ لہذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس علمی دور میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ ہم پر ضروری ہے کہ علم حاصل کریں اور پھر عمل کریں اور جو لوگ علم حاصل کرنے سے محروم ہیں ان تک علم پہنچانا اپنی ذمہ داری سمجھیں۔ ہم اپنے اندر موجود تمام اختلافات کو صرف علم ہی کے ذریعے ختم کر سکتے ہیں۔ آج کل اکثریت پڑھنا لکھنا جانتی ہے لہذا جو لوگ زیادہ پڑھے لکھے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ محروم لوگوں تک زیادہ سے زیادہ علم پہنچائیں۔ دین اسلام کے احکامات میں اختلاف بڑھتا جا رہا ہے اور یہ صرف آلِ محمدؐ کے فرامین سے دوری کا نتیجہ ہے ہم نے ایک ایسا ماحول بنا دیا ہے کہ ہر شخص حدیث کی طرف راغب ہونے کی بجائے لوگوں کی باتوں کی طرف راغب ہو رہا ہے۔ ہمیں معصومین کی طرف توجہ کرنا ہوگی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو جتنی استطاعت رکھتا ہے اس کے مطابق کام ضرور کرے۔ جو لوگ عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں اور اردو کو بھی جانتے ہیں ان کو چاہیے کہ احادیث کی کتب کا ترجمہ کریں تاکہ اردو سمجھنے والے لوگ بھی فائدہ حاصل کر سکیں کیونکہ مترجم کتب کی بہت کمی ہے۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہم نے چھوٹی سی کوشش کی ہے تاکہ لوگوں تک احادیث پہنچائی جاسکیں

اور لوگوں کو غیر معصوم کے حکم سے نکال کر معصومین کے فرامین کی طرف راغب کیا جاسکے۔ ہم نے اس کتاب میں احادیث کی روشنی میں احکام دین بیان کیے ہیں۔ اس لیے اس کا نام ”احکام دین بزبان چہارہ معصومین“ رکھا ہے۔ ہر مسئلہ جو کہ روزانہ کی بنیاد پر ایک مومن کی ضرورت ہے اس کتاب میں بیان کرنے کی کوشش ہے۔ تمام احادیث کتب معتبرہ سے اخذ کی گئی ہیں جن کے حوالہ جات ہر حدیث کے ساتھ دیئے گئے ہیں تاکہ اگر کوئی تحقیق کرنا چاہے تو بصدر شوق کر سکے۔

ہم یہ دعویٰ تو کرنے کے قابل نہیں ہیں کہ اس کتاب پر عمل کرنے سے نجات مل جائے گی البتہ یہ دعویٰ ضرور ہے کہ ہم نے پوری ایمانداری سے احادیث آپ تک پہنچادی ہیں۔ اس کے بعد آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ احادیث پر عمل کریں یا کسی عام شخص کے حکم پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محمدؐ و آل محمدؐ کے فرامین کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دورِ حاضر کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

از قلم

ابنِ قاسم

19 رمضان المبارک 8 اگست 2012ء

## وجوب علم اور بغیر علم کے عمل

- (1) حضور اکرمؐ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے آگاہ ہو کہ اللہ طالبان علم کو دست رکھتا ہے  
حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 68 باب 02 حدیث 05

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”مرسل“ ہے۔ (دیکھئے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 100) اور مرسل ضعیف ہی کی ایک قسم ہے جبکہ یہ حدیث صحیح سند سے بھی بہت سی کتب میں موجود ہے۔

- (2) حضور اکرمؐ۔ ایمان کا اچھا دوزیر علم ہے اور علم کا اچھا دوزیر حلم ہے اور حلم کا اچھا دوزیر لوگوں سے اچھا برتاؤ ہے۔  
حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 102 باب 17 حدیث 02

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”صحیح“ ہے۔ (دیکھئے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 158)۔

- (3) حضور اکرمؐ۔ جس نے بغیر علم کے عمل کیا تو اس نے نیلوکاری کے زیادہ حصہ کو فاسد کر دیا۔  
حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 93 باب 13 حدیث 03

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”مرسل“ ہے۔ (دیکھئے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 141)

- (4) جعفر صادقؑ۔ جو شخص بغیر علم و بصیرت عمل کرے گا وہ اس کی مانند ہے جو راہ بھول کر سراب کے پیچھے چل رہا ہے جو جتنا تیز چلے گا اتنا ہی منزل سے دور ہوتا جائے گا۔

حوالہ: امالی شیخ مفید صفحہ 82 مجلس 05 حدیث 10

غرر الحکم (مترجم) حصہ دوم صفحہ 141 (بروایت امیر المومنین)

توضیح:

پس واضح ہوا کہ جو شخص کسی عمل کی معرفت اور اس کا علم نہیں رکھتا اسے اس کے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور صرف توضیح المسائل پڑھ کے کسی عمل کا علم اور معرفت حاصل نہیں ہو سکتی لہذا معصومین کے فرامین کا علم حاصل کرنا ہوگا جتنا ممکن ہو سکے۔

احادیث کو پرکھنے کا طریقہ:

- (1) جعفر صادقؑ۔ کسی بھی حدیث کو پرکھنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار ہے۔
  - (i) اگر کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو حدیث کو روایت کرنے والے کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ (راوی) ہمارے حلال و حرام کو جانتا ہے اور ہمارے احکام کو پہچانتا ہے۔ (اور راوی سے مراد وہ شخص ہے جو امام سے کسی قول کو نقل کرے مجتہد نہیں ہے)۔
  - (ii) اگر کسی معاملے پر دو مختلف حدیثیں روایت کی گئی ہوں تو اس حدیث پر عمل کیا جائے جس کے راوی زیادہ عادل اور زیادہ توفیق یافتہ ہوں اور بیان حدیث میں زیادہ صادق اور زیادہ متقی و پرہیزگار ہوں اور دوسری حدیث کو چھوڑ دیا جائے۔
  - (iii) اگر دونوں حدیثوں کے راوی یکساں عادل ہوں اور وہ ہمارے اصحاب میں برابر پسند کیے جاتے ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے کو فضیلت نہ دی جاتی ہو تو پھر شیعوں سے معلوم کیا جائے کہ کون سی حدیث پر زیادہ عمل کیا جاتا ہے۔ جو حدیث زیادہ مانی جاتی ہو اس پر عمل کیا جائے اور جو شاذ ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔
  - (iv) اگر دونوں حدیثیں مذکورہ شرائط کے ساتھ ساتھ برابر مشہور ہوں تو پھر جو حدیث قرآن و سنت کے مطابق اور عامہ کی رائے کے خلاف ہو اس پر عمل کیا جائے اور دوسری کو چھوڑ دیا جائے۔
  - (v) اگر دونوں حدیثیں قرآن و سنت کے بھی موافق ہوں تو جو حدیث عامہ کی رائے کے مخالف ہو اس پر عمل کیا جائے اور دوسری کو چھوڑ دیا جائے۔
  - (vi) اگر دونوں حدیثیں عامہ کی رائے کے بھی موافق ہوں تو اس حدیث پر عمل کیا جائے جس کی طرف عامہ کے حکام

وقاضی زیادہ مائل نہ ہوں اور جس کی طرف زیادہ مائل ہوں اس پر عمل نہ کیا جائے۔  
 (vii) اگر عامہ کے حکام وقاضی دونوں حدیثوں کی طرف برابر مائل ہوں تو ایسی صورت میں توقف کیا جائے۔ کیونکہ  
 شبہات کی صورت میں عمل سے رک جانا (غلط یا شک میں رہتے ہوئے عمل کر کے) ہلاکت میں پڑنے سے بہتر ہے۔  
 حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 139 باب 22 حدیث 10

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”موثق“ ہے۔ (دیکھئے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 221)

توضیح:

لوگوں کو جان بوجھ کر مشکل مسائل میں الجھانے کی ضرورت نہیں ہے ہر ایک مسئلے کا حل آئمہ معصومین نے بتا دیا  
 ہے اس حدیث سے امام جعفر صادقؑ نے حدیث کے غلط اور صحیح ہونے کے پیمانے بھی طے کر دیے ہیں۔ لہذا ہر انسان ہر  
 حدیث کو پرکھ سکتا ہے۔

علم الرجال کے بارے میں ہم تھوڑا سا اختلاف رکھتے ہیں اس لیے کہ اس علم کا ذکر قرآن و حدیث میں کہیں نہیں  
 ہے ہم سمجھتے ہیں کہ کسی حدیث کے راوی کی عدالت یا پرہیزگاری وغیرہ دیکھنے کے بارے میں معصوم کا حکم اس وقت پر  
 محمول ہے کہ جب راوی اور پرکھنے والا دونوں موجود ہوں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ اب آج کے دور کا انسان چودہ  
 سو سال پہلے کے راوی کے بارے میں نہیں جان سکتا یہ ایک ہی صورت میں ممکن ہے کہ جب وہ غیب کا علم رکھتا ہو۔ یہی  
 وجہ ہے کہ جو علم رجال کی کتب ہیں ان میں کافی لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے کوئی کسی کو صحیح کہتا ہے اور کوئی اسے جھوٹا  
 قرار دے دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھی انہی کتب رجال پر انحصار کرتے ہیں مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حکم معصوم  
 راوی کے حضور پر محمول ہے راوی کے صدیوں بعد یعنی آج کے دور میں جو سب سے اہم طریقہ ہے وہ آخری ہے کہ اگر کسی  
 مسئلے میں اختلاف ہو تو اس امر کی تمام احادیث کو دیکھا جائے اور جو عامہ کے خلاف ہو اس پر عمل کیا جائے۔

اس قاعدے اور کلیے کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو شہادت ثلاثہ پر عمل ضروری ہے کیونکہ اس موضوع کی  
 احادیث سند کے اعتبار سے بھی صحیح ہیں اور عامہ کے خلاف بھی ہیں ہم نے ان احادیث کے راویوں کا تمام حال اپنی  
 کتاب ”تیسری گواہی سے انکار کیوں؟“ میں بیان کر دیا ہے رجوع کر لیا جائے اور یہ تمام احادیث اذان و اقامت اور  
 تشہد کے احکام میں بیان کی جائیں گی انشاء اللہ۔

جن چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا ان کا حکم:

(1) امیر المؤمنین۔ اللہ نے تم پر چند فرائض عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور تمہارے حدود مقرر کر دیئے گئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اس (خدا) نے تم کو چند چیزوں سے منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو اور جن چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا انہیں بھول کر نہیں چھوڑ دیا لہذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

حوالہ: نہج البلاغہ صفحہ 835

توضیح:

پس واضح ہوا کہ جو چیز شریعت نے بیان کر دی اس پر عمل کیا جائے اور جو چیز بیان نہیں کی گئی اس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی ایک فرمان تقلید کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ تقلید اور فقیہ کا وجود ہی اسی بنیاد پر ہے کہ جو مسائل جدید دور میں پیش آتے ہیں ان کے حل کے لیے فقیہ کا ہونا ضروری ہے تو امیر المؤمنین فرما رہے ہیں کہ صرف اسی پر عمل کرو جو بیان ہو چکا۔ مثلاً اگر چاند پر جا کر نماز پڑھنے کا بیان نہیں کیا گیا تو اس میں قیاس آرائیوں کی ضرورت نہیں ہے اسے ترک کر دیا جائے کیونکہ جو حکم موجود ہی نہیں اس کا وجوب کیسا؟ نیز امام جعفر صادق کا فرمان بھی تقلید کے احکام میں بیان ہوگا کہ جس چیز کی لوگوں کو احتیاج ہے وہ شریعت میں بیان ہو چکی ہے لہذا نئے نئے مسائل میں لوگوں کو نہ الجھایا جائے اور جو عمل کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے اسی تک محدود رکھا جائے۔ نیز امیر المؤمنین کے اس فرمان کی تصدیق قرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”اور جس چیز کا تم علم نہیں رکھتے اس کے پیچھے نہ لگو۔“ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 36)۔ خوب غور کرو۔

تقلید کے احکام:

تقلید کے متعلق ہم اپنی طرف سے کوئی گفتگو نہیں کریں گے اس لیے کہ ہم اس کتاب کو مناظرانہ نہیں بنانا چاہتے چونکہ اس کتاب کے نام سے ہی واضح ہے کہ اس میں ہر حکم چہارہ معصومین کا ہی ہوگا۔ اگر ہم تقلید پر گفتگو کریں گے تو یہ بات ضرورتاً نظر کی طرف چلی جائے گی۔ البتہ ہم مختصراً اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ ہم خود تقلید کے وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ مسئلہ پوچھنے میں یا احکام دین سیکھنے میں کوئی حرج نہیں چاہے آپ کسی سے سیکھ لیں۔ کسی ایک کا حکم واجب سمجھنا شریعت سے بعید لگتا ہے دوسرا یہ کہ تقلید کے جواز کے لیے پیش کی جانے والی دلیلیں خود یہ ثابت کرتی ہیں کہ کچھ نہ کچھ گڑ بڑ

ضرور ہے۔ بہر حال ہم چند احادیث معصومینؑ پیش کر رہے ہیں قارئین خود اندازہ لگالیں گے کہ حکم کس کی تقلید کا ہے اور کس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے کیونکہ عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

### پہلی حدیث:

ہم سے بہت سے اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے عبد اللہ بن یحییٰ سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت کیا اور کہا کہ میں نے آپؑ سے پوچھا کہ اس آیت ”انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور رہبانوں کو اپنا رب بنالیا.....“ (سورۃ توبہ آیت 13) کا مطلب کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ ان (نصاری) کو ان کے علماء اور رہبانوں نے اپنے نفسوں کی پرستش کی دعوت نہیں دی تھی اور اگر ایسی دعوت دیتے تو وہ قبول نہ کرتے لیکن ان کے علماء نے یہ کیا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتایا بس انہوں نے (خدا کو چھوڑ کر) اپنے علماء کی تقلید کی اس طرح لاشعوری طور پر ان کی عبادت کی۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 112 باب 29 حدیث 01

وسائل الشیعہ (عربی) جلد 27 صفحہ 124 باب 10 حدیث 01

الحاسن صفحہ 246 حدیث 246

تفسیر نور الثقلین جلد چہارم صفحہ 70

### نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”حسن“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول علامہ مجلسیؒ جلد اول صفحہ 183)

### توضیح:

ہمارے علماء اور مجتہدین کا بھی یہی حال ہے یہ بھی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر رہے ہیں جیسا کہ آیت اللہ ڈاکٹر صادق تہرانی نے خرگوش اور کوئے کو حلال قرار دیا ہے (دیکھیے توضیح المسائل تہرانی صفحہ 366 مسئلہ 678 مطبوعہ معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور)۔ پس اس حدیث کا مطلب واضح ہے کہ تقلید صرف خدا کی ہے یا اس کی جس کو خدا معصوم قرار دے کر منتخب فرما دے غیر معصوم غلط فتویٰ دے سکتا ہے جس سے دین پر گہرا اثر پڑتا ہے اسی لیے کوئی ہادی غیر معصوم نہیں ہو نہ ہی کبھی ہوگا۔

دوسری حدیث:

روایت کیا علی بن ابراہیم نے انھوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انھوں نے یونس سے، انہوں نے جمیل سے، انھوں نے امام جعفر صادق سے کہ آپ نے فرمایا لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں عالم، متعلم اور ہرزہ کار (جو حق و باطل کو نہیں جانتے)۔ پس ہم (آل محمد) عالم ہیں، ہمارے شیعہ متعلم ہیں اور بقیہ لوگ ہرزہ کار۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 75 باب 04 حدیث 04

وسائل الشیعہ (عربی) جلد 27 صفحہ 18 باب 03 حدیث 05

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”صحیح“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 111)

توضیح:

یعنی تین ہی قسم کے لوگ ہیں اور تمام شیعہ متعلم ہیں لہذا کسی کا حکم کسی پر واجب نہیں ہو سکتا جیسا کہ کلاس کی مثال لے لیں یعنی استاد آل محمد ہیں شاگرد شیعہ ہیں اور باقی بھگوڑے ہیں۔ لہذا اگر کوئی لائق بھی ہو کلاس میں تو بھی اس کا حکم واجب نہیں ہوا کرتا نہ ہی وہ کلاس سے نام خارج کر سکتا ہے نہ ہی کوئی اور کاروائی کر سکتا ہے۔ یہاں بھی یہی کچھ ہے اس کے علاوہ جو کچھ بنا اور بنانا ہے تو وہ یا تو دنیا کی طمع ہو گا یا پھر آل محمد کے مقابلے میں ہو گا۔ میرا یہ دعویٰ ہے بلکہ چیلنج ہے کہ آل محمد نے کسی کو آج تک منتخب نہیں کیا نہ ہی کسی کو ڈگری دی نہ ہی کسی کی ڈگری پر دستخط کیے اس لیے کہ یہ دین محمد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مبلغ معصوم ہو اور یہاں کوئی معصوم نہیں ہے۔ میرا مقصد غیبت کبریٰ کے بعد کے لوگوں کا ہے۔

تیسری حدیث:

بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے معاویہ بن وہب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا آپ نے فرمایا علم دین حاصل کرو اور حلم و وقار سے اس کو زینت دو اور فروتنی کرو ان کے لیے جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جبر پسند عالم نہ بنو ورنہ تمہاری باطل پرستی حق سے تم کو ہٹا دے گی۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 78 باب 06 حدیث 01

امالی شیخ صدوق (اردو) حصہ دوم صفحہ 86 مجلس 57 حدیث 09 (بسنہ دیگر)



نوٹ:

یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے ”صحیح“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 118)

توضیح:

اس حدیث میں بھی علم حاصل کرنے کا حکم ہے اور جن سے علم حاصل کیا جائے ان سے تواضع کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کا حکم واجب کرنے کا۔ اور دوسرا حکم ان کے لیے جو عالم ہیں کہ وہ کسی بھی قسم کے جبر سے بعض رہیں اس میں یہ بھی آتا ہے کہ جبری کسی سے اپنا حکم (فتویٰ) نہ منوائیں ورنہ باطل پرستی کی طرف چلے جائیں گے۔

چوتھی حدیث:

بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے، انہوں نے کہا کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے آپ کو دوا دتوں سے بچاؤ کہ ان کی وجہ سے لوگ ہلاک ہو گئے ایک یہ کہ اپنی رائے سے فتویٰ نہ دو اور دوسری یہ کہ جو بات نہیں جانتے اس میں پیروی ظن نہ کرو۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 90 باب 12 حدیث 02

نوٹ:

یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے ”صحیح“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 136)

توضیح:

اس حدیث میں ایک ایسی بات ہے کہ اگر لوگ سمجھ لیتے تو یہ فتویٰ بازی والا کام ہی بند ہو جاتا ہمارے ہاں جو بھی فتویٰ جاری ہوتا ہے وہ اپنی رائے سے ہوتا ہے اس لیے کہ مجتہد کا کام ہی یہی ہے وہ ایک عمل کی مختلف احادیث دیکھتا ہے پھر اپنی رائے قائم کرتا ہے کہ کون سا حکم ہونا چاہیے۔ لیکن ہمیں اس کام سے مطلب نہیں ہم اس سے اگلی بات کو سمجھیں وہ یہ کہ اگر کوئی چیز معلوم نہیں ہے تو اس میں قیاس سے کام نہیں لینا چاہیے اور اس عمل میں اپنی سوچ کو داخل نہیں کرنا چاہیے بلکہ باز رہنا چاہیے۔

پانچویں حدیث:

بیان کیا محمد نے، انہوں نے احمد سے، انہوں نے ابن ابی فضال سے، انہوں نے ابی بکیر سے، انہوں نے حمزہ بن

طیار سے، کہا کہ امام جعفر صادق نے فرمایا تمہارے لیے کسی امر میں کچھ کہنا یا کرنا سزاوار نہیں ہے جس کا تم کو علم نہیں ہے بہتر ہے کہ اس سے رک جاؤ اور اس امر کے بارے میں آئمہ ہدیٰ کی طرف رجوع کرو کہ وہ تم کو اس امر میں صحیح راستہ بتائیں گے اور نادانی کو تم پر واضح کر دیں گے اور امر حق کی معرفت کرائیں گے کیونکہ خدا فرماتا ہے..... ”اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔“ (الانبیاء آیت 07)

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 105 باب 17 حدیث 10

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”حسن یا موثق“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 169)

توضیح:

اس حدیث سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ جن سے پوچھنے کے بارے میں نص ہے وہ آل محمد ہیں تو جن سے پوچھنا نص قرآنی سے ثابت ہے ان کو چھوڑ کر کسی غیر معصوم سے پوچھنا ضد کے علاوہ کچھ نہیں ہے دوسرا یہ بھی کہ اگر کسی امر کا علم نہیں تو اس کے بارے میں قیاس یا پیروی ظن کی ضرورت نہیں ہے بلکہ رک جانا چاہیے اور جب آئمہ ہدیٰ سے پوچھ لیا جائے پھر اس امر میں کچھ کہا جائے یا کیا جائے۔

چھٹی حدیث:

بیان کیا حسین بن محمد اشعری نے، انھوں نے معلیٰ بن محمد سے، انھوں نے حسن بن علی الوشاء سے، انھوں نے اپنے بہت سے اصحاب سے، انھوں نے احمد بن محمد سے، انھوں نے ابن افضال سے، ان سب نے عاصم بن حمید سے، انھوں نے محمد بن مسلم سے، انھوں نے امام محمد باقرؑ سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا ”لوگو! فتنوں کی ابتداء خواہشات نفسانی کی پیروی اور اپنی طرف سے ان احکام کی ایجادات سے ہوئی ہے جو کتاب اللہ کے سراسر خلاف ہوتے ہیں اور لوگ لوگوں کو اس میں صاحب تصرف بنا لیتے ہیں پس اگر باطل کی صورت سے سامنے آتا ہے تو صاحبان عقل سے پوشیدہ نہ رہتا اور حق خالص صورت میں ہوتا تو اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ باطل سے لیا جاتا ہے اور کچھ حق سے اور یہ دونوں خلط ملط ہو کر لوگوں کے سامنے آتے ہیں اس صورت میں شیطان اپنے اولیاء پر غالب آ جاتا ہے اور باطل سے وہی لوگ نجات پاتے ہیں جن کے لیے مشیت ایزدی میں بہترین منزلت ہے۔“

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 113 باب 20 حدیث 01

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”موثق صحیح“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 185)

توضیح:

اگر ہم آئمہ ہدیٰ کے فرامین پر عمل کرتے تو کبھی اختلاف پیدا نہ ہوتا کیونکہ دین محمدیؐ روز بروز تبدیل نہیں ہوا کرتا جب ہم اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں تو وہ مختلف ہوتی ہے حالانکہ حدیثیں وہی ہیں ان میں تبدیلی نہیں ہے پھر ان سے اخذ شدہ مسائل میں اختلاف کیوں ہے اس لیے کہ اپنی رائے سے فتویٰ دیا جاتا ہے اگر معصوم کی رائے کو فتویٰ بنایا جاتا تو کبھی اختلاف نہ ہوتا۔ اس حدیث میں یہ حکم ہے کہ لوگوں کو صاحب فتویٰ نہ سمجھا جائے بنیادی طور پر یہی اختلاف کا سبب ہے۔

ساتویں حدیث:

بیان کیا محمد بن یحییٰ نے، انھوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے علی بن ابراہیم سے، انھوں نے اپنے باپ (ابراہیم) سے، انھوں نے ہارون بن مسلم سے، انھوں نے مسعد بن صدقہ سے، انھوں نے امام جعفر صادقؑ سے اور بیان کیا علی بن ابراہیم نے، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے ابن محبوب سے، انھوں نے امیر المومنینؑ سے مرفوعاً روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے بدتر دشمن دو ہیں ایک وہ کہ خدا نے چھوڑا اس کے کام کو اس پر کہ سلب توفیق کی اس سے کہ وہ امام حق سے بے مکابرہ و اختلاف امر حق کو حاصل کرے پس وہ راہ راست سے ہٹ گیا اور اپنے پُر از بدعت کلام کا عاشق بن گیا اور بجائے احکام قرآن اور صحیح دلائل کو لینے کے وہ روزہ اور نماز پر فریفتہ ہو کر رہ گیا اور ایک فتنہ ہے اپنے مریدوں کے لیے اور راہ حق سے ہٹانے والا ہے اپنی زندگی میں ان لوگوں کو جو اس کی بات قبول کریں اور اپنی موت کے بعد بھی اپنی پیروی کر نیوالوں کے لیے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا اٹھانے والا ہے اور اپنے گناہوں میں گرفتار ہے۔ دوسرا وہ قاضی اور مفتی وغیرہ ہے جو جہل مرکب کا شکار ہو کر دوسروں کو جہالت میں پھانستا ہے اور فتنوں کو پھیلانے میں مدد دیتا ہے اور عوام الناس نے جو جاہل ہیں اس کو عالم سمجھ رکھا ہے حالانکہ اس کا ایک دن بھی احکام الہیہ کے متعلق شبہ سے خالی نہیں۔ اس کے جہل مرکب کا نشان یہ ہے کہ جلدی جلدی اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا اس چیز کو جس کا کم بہتر ہے اس کے زیادہ سے۔ یہاں تک کہ جب وہ آب گندہ سے سیراب ہو گیا اور لا طائل باتوں سے پُر ہو گیا

تو قاضی بن بیٹھا اور لوگوں کو شبہات سے نکالنے کا ضامن بن بیٹھا۔ اگر اس نے اپنے سے پہلے کے قاضی کے حکم کی مخالفت کی تو وہ بے خوف نہ ہوا اس سے کہ بعد آنے والا اس کے حکم کو اس طرح توڑ دے گا جس طرح اس نے اپنے سے پہلے کے حکم کو توڑا ہے اور اگر کوئی سخت مسئلہ سامنے آ جاتا ہے تو اپنی رائے سے انٹ سنٹ بیان کرنے لگتا ہے پھر ان نا معقول باتوں پر معاملہ کو ختم کر دیتا ہے اور شبہات کی پردہ پوشی کے لیے حکم لگاتا ہے جس کی مثال مکڑی کے جالا تنے کی ہے۔ نہ اسے یہ پتا ہے کہ یہ رائے اس کی صحیح ہے یا غلط۔ اور اس کے گمان میں یہ بات نہیں کہ جس سے انکار کیا ہے علم اسی میں ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ پیروی ظن اور قیاس آرائی میں پڑا ہوا ہے مذہب اس سے بالکل الگ ہے اگر قیاس کرتا ہے ایک چیز کا دوسری چیز پر بہ سبب دونوں کے مشابہ ہونے کے تو اپنی فکر کو غلط نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی اور مخفی اس پر تاریک ہو جاتا ہے یعنی اپنے قیاس کی راہ میں نہیں پاتا تو چھپاتا ہے اس کو اپنے جہالت آگیں علم سے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ نہیں جانتا پس جسارت کر کے حکم لگاتا ہے اور کبھی بنتا ہے اندھا پن کی بسیار شبہات کی اور شکوک اوہام سے خیط الحواسی کرتا ہے جو نہیں جانتا اس کے متعلق عذر نہیں کرتا تاکہ گمراہی سے بچے اور پوری قوت سے علم حاصل نہیں کرتا تاکہ غنیمت علم و دانش حاصل کرے اور احادیث اس طرح پراگندہ کرتا ہے جیسے تیز ہوا گھاس کو۔ اس کے غلط حکم دینے سے میراث روتی ہے اور مظلوموں کے خون چنیں مارتے ہیں اس نے اپنے فتوے سے حرام شرمگا ہوں کو حلال کر دیا اور اپنے فیصلے سے حلال شرمگا ہوں کو حرام کر دیا جو احکام اس سے صادر ہوئے وہ ان کے لیے پُر از علم نہیں اور علم حق کے متعلق جو کثرت سے اعادہ کرتا ہے وہ اس کا اہل نہیں۔

### تشریح مولانا السید ظفر حسن صاحب مترجم اصول کافی:

حضرت نے اپنے خطبے میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ایک گروہ تو ان صوفی صاحبان کا ہے جو اہلبیت کے صحیح راستہ سے ہٹ کر اپنا ایک نیا راستہ بنانے والے ہیں بظاہر روزے نماز کے بڑے پابند بن کر اپنے مریدوں کو اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرا کے ان کو گمراہ کر رہے ہیں دوسرا گروہ ان قاضیوں اور مفتیوں کا ہے جو جہل مرکب کا شکار ہیں وہ مدعی تو اس کے ہیں کہ لوگوں کے شبہات کو زائل کرنے والے ہیں حالانکہ وہ پیروی شیطان کر کے خود جہالت میں مبتلا ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک قاضی یا مفتی دوسرے کے حکم کو توڑ دیتا ہے۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 116 باب 20 حدیث 06

نہج البلاغہ حصہ اول صفحہ 91 خطبہ 17

(۲) وسائل الشیعہ (عربی) جلد 27 صفحہ 39 باب 06 حدیث 05

نوٹ:

اس حدیث کی دوسندیں ہیں پہلی سند ضعیف ہے جبکہ دوسری مرفوع ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 187)

توضیح:

ہم نے مکمل حدیث اور مترجم صاحب کا نوٹ بھی پیش خدمت کر دیا ہے تقلید کے موضوع پر بہت ہی اہم ترین حدیث ہے بہت سے سوالات کے جوابات اپنے اندر لیے ہوئے ہے اگر کوئی غور سے پڑھے تو سب کچھ سمجھ آ سکتا ہے۔ امیر المومنینؑ نے ہر چیز واضح فرمادی ہے۔

ہم اس پر مزید گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ لوگوں کی ناراضگی کا خوف بھی ہے اس حدیث میں صاف صاف فتویٰ بازی کو رد کیا گیا ہے۔ جب فتویٰ ہی رد ہے تو اس کو جاری کرنے والے کو کیا مانیں اور آج کل عبا و قبا کے لبادے میں جو اصلاحی مجالس کی تحریک چلی ہوئی ہے کہ یہ مجالس جن میں آل محمدؑ کا ذکر ہوتا ہے ٹھیک نہیں ہیں بلکہ نماز اور روزے کی تبلیغ ہونی چاہیے اس کا جواب بھی جناب امیرؑ نے واضح دے دیا ہے اور شکوک و شبہات جہاں سے جنم لے رہے ہیں وہ بھی سب لوگ جانتے ہیں۔ کون کس کے فتوے کو توڑ دیتا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے اور مترجم اصول کافی نے وضاحت کرتے ہوئے ڈھکے چھپے الفاظ میں حقیقت کو تسلیم کیا ہے لیکن چونکہ وہ خود بھی زد میں آ سکتے تھے اس لیے الفاظ کا سہارا لیتے ہوئے گزر گئے۔ البتہ عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

آٹھویں حدیث:

علی بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ان سے ان کے باپ نے، ان سے ابن ابی عمیر نے، ان سے محمد بن حکیم نے انہوں نے کہا کہ میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا میں آپؑ پر فدا! ہم نے دین کا علم حاصل کیا اور اللہ نے ہمیں لوگوں پر (علم کے معاملے میں) غنی کیا یہاں تک کہ ہم میں سے کچھ لوگ جب جلسوں میں جاتے ہیں اور لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں تو ہم ان کے جواب دیتے ہیں اس لیے کہ خدا نے ہم پر احسان کیا ہے آپ لوگوں کی وجہ سے لیکن بعض اوقات ایسے سوالات بھی سامنے آ جاتے ہیں کہ ہم نے ان کا جواب نہ آپ سے حاصل کیا نہ آپ کے آباء طاہرینؑ سے پس ایسے

موقع پر جو ہمیں آتا ہے اس کے ہر پہلو پر غور کر کے جواب دے دیتے ہیں۔ پس امامؑ نے فرمایا اے ابن حکیم افسوس ہے افسوس ہے کیا یہ صحیح ہے؟ جو ایسا کرتا ہے اللہ نے اسے ہلاک کیا۔ خدا لعنت کرے ابو حنیفہ پر کہ وہ کہتا ہے اس مسئلہ میں علیؑ یہ کہتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں۔ محمد بن حکیم نے کہا کہ میں نے ہشام بن عبدالحکم سے کہا واللہ میں چاہتا تھا کہ مجھے دین میں قیاس کرنے کی اجازت مل جاتی۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 118 باب 20 حدیث 09

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”حسن“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 193)

توضیح:

اس حدیث میں معصومؑ نے غیر معصوم کے لیے فتویٰ کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے جب امام موسیٰ کاظمؑ اپنے صحابی کو استنباط کی اجازت نہیں دیتے تو آج استنباط کی اجازت کیوں ہے؟ حدیث میں واضح الفاظ ہیں کہ صحابی امامؑ سے پوچھتا ہے کہ ہم جب کوئی مسئلہ نہیں جانتے ہوتے تو جو کچھ احادیث وغیرہ ہمارے پاس ہوتی ہیں ان میں غور و فکر کر کے یعنی استنباط کر کے فتویٰ دے دیتے ہیں تو امامؑ نے افسوس بھی کیا اور اس کو ہلاکت بھی قرار دیا ہمارے ہاں بھی یہی نظریہ پیش کیا جاتا ہے کہ جو احکام نئے ہیں اور قرآن و سنت میں موجود نہیں ہیں ان کو حل کرنے کے لیے مجتہد احادیث میں سے استنباط کر کے یعنی غور و فکر کر کے فتویٰ دیتا ہے۔ خود غور کرنا چاہیے اس سے واضح حکم کیا بیان فرماتے ہمارے آئمہؑ۔

نویں حدیث:

بیان کیا محمد بن یحییٰ نے انھوں نے احمد بن محمد سے، انھوں نے وشاء سے انھوں نے مثنیٰ حنات سے، انھوں نے ابوبصیر سے انھوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ ہم پر کبھی ایسے مسائل پیش آ جاتے ہیں جن کا جواب ہم کو نہ قرآن سے ملتا ہے اور نہ حدیث سے پس ہم خود غور کر کے (استنباط کر کے) جواب دے دیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا خبردار! ایسا نہ کرنا کیونکہ اگر تمہارا یہ غور و فکر (قیاس یا استنباط) ٹھیک بھی ہو تو بھی کوئی اجر نہیں ملے گا اور اگر غلط ہو تو تم نے خدا پر جھوٹ بولا۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 199 باب 20 حدیث 11

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”حسن“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 195)

توضیح:

یہ حدیث اور زیادہ واضح ہے۔ ان کھلم کھلا احکام معصومین کے ہوتے ہوئے ہم استنباط کے پیچھے جائیں تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔

دسویں حدیث:

علی بن ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انھوں نے یونس سے، انھوں نے حریر سے انھوں نے زرارہ سے روایت کی ہے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق سے حلال و حرام کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا جس کو رسول اکرمؐ نے حلال بتایا ہے وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے اس کے سوا اب کوئی شریعت نہ ہوگی اور حضرت علیؑ نے فرمایا جس نے شریعت میں کوئی نئی چیز ایجاد کی اس نے حضرت رسول خداؐ کے طریقہ کو چھوڑ دیا۔  
حوالہ: فروع کافی جلد اول صفحہ 122 باب 20 حدیث 19

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”صحیح“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 200)

توضیح:

مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ تھا سب بیان ہو چکا حضور اکرمؐ حلال و حرام واضح فرما چکے اسی لیے تو قرآن نے کہہ دیا کہ آج دین مکمل ہو گیا لہذا اب دنیا میں چاہے کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہے چاہے جتنی نئی ایجادات ہوتی رہیں ہمیں دماغ چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ بیان ہو چکا ہے اب کسی کو بھی استنباط کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو علم حاصل کرنا چاہے کرے اس پر فرض ہے اور جو جاہل رہنا چاہے رہے خود ذمہ دار ہوگا کسی کا فتویٰ واجب نہیں کیا جاسکتا۔

گیارہویں حدیث:

بیان کیا علی نے انھوں نے محمد بن عیسیٰ سے انھوں نے یونس سے انھوں نے حماد سے انھوں نے جعفر صادق سے

روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا ہر وہ چیز جس کی احتیاج (ضرورت) لوگوں کو ہوتی ہے کتاب اور سنت میں موجود ہے۔  
حوالہ: فروع کافی جلد اول صفحہ 124 باب 21 حدیث 04

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 204)

بارہویں حدیث:

بیان کیا محمد بن یحییٰ نے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے معلى بن حنیس سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ نہیں ہے ایسا کوئی امر جس میں دو آدمی اختلاف رکھتے ہوں مگر یہ کہ وہ کتاب اللہ میں ہے لیکن لوگوں کی عقول ان تک نہیں پہنچتیں۔  
حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 125 باب 21 حدیث 06

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”مرسل“ ہے (دیکھیے مراۃ العقول جلد اول صفحہ 205)

توضیح:

یعنی کوئی بھی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں اختلاف ہو اور اس کا بیان قرآن میں نہ ہو ہاں یہ بات ہے کہ ہماری عقلیں اس کو ڈھونڈ نہیں سکتیں اس لیے ان مسائل کے لیے تفسیر کی ضرورت پڑی جو کہ آئمہ نے احادیث کے ذریعے فرما دی لہذا اب کسی نئے ہادی کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہے۔ یہاں کوئی یہ نہ کہے کہ مجتہد کی عقل ہر مسئلے کو ڈھونڈ سکتی ہے۔ یہ لغو بات ہے اس لیے کہ خود مجتہد بھی اس کا دعویٰ نہیں کرتا اور سوائے آئمہ معصومینؑ کے کسی کی بھی عقل قرآن کو نہیں سمجھ سکتی لہذا قرآن کی تفسیر جو آئمہ نے بیان فرمائی اس میں سے استنباط کرنے کی ضرورت نہیں ہے انھوں نے مکمل وضاحت فرما دی ہے اگر ان کی تفسیر استنباط کرنے کے بغیر مکمل نہیں ہے تو پھر سارا الزام (معاذ اللہ) آئمہ کے سر ہے کہ انہوں نے صحیح طریقہ سے بیان کیوں نہ فرمایا جس کی وجہ سے آج ہم ذلیل ہو رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے سب کچھ بیان ہو چکا ہے کسی استنباط اور کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔



تیرہویں حدیث:

ہم سے بہت سے اصحاب نے بیان کیا انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اسماعیل بن مہران سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے ابی المغیرا سے انہوں نے ساعدہ سے انہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کیا کہا کہ میں نے آپؑ سے پوچھا کہ کیا ہر چیز جو لوگ کہتے ہیں وہ قرآن و سنت نبیؐ میں موجود ہے اور جو آپؑ کہتے ہیں کیا وہ بھی موجود ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا (جی ہاں) ہر شے کتاب اللہ اور احادیث نبویؐ میں موجود ہے۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 128 باب 21 حدیث 10

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”موثق“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول، جلد اول صفحہ 209)

توضیح:

اس میں اور زیادہ واضح فرما دیا گیا کہ کتاب و سنت میں ہر چیز بیان کی جا چکی ہے لہذا کسی غور و فکر اور استنباط کی ضرورت نہیں ہے جب آئمہؑ فرما رہے ہیں کہ قیامت تک کا ہر مسئلہ بیان ہو چکا ہے تو کسی غیر معصوم کی ان کے مقابلے میں یہ بات کیسے مانی جائے کہ جو نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں ان کے لیے مجتہد کی ضرورت ہے؟

چودھویں حدیث:

بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، کہا کہ مجھ سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے داؤد بن فرقد سے انہوں نے ابن شبرمہ سے روایت کیا، ابن شبرمہ بیان کرتا ہے کیا میں تم لوگوں کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے؟ اور قریب تھا کہ اس (حدیث) کے سننے سے میرا دل پھٹ جاتا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا اور انہوں نے میرے دادا سے سنا اور انہوں نے رسول خداؐ سے سنا اور ابن شبرمہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اپنے باپ پر جھوٹ نہیں بولا اور نہ میرے باپ نے میرے دادا پر جھوٹ بولا اور نہ میرے دادا نے حضور اکرمؐ پر جھوٹ بولا۔ رسول خداؐ نے فرمایا جو شخص بھی دین میں قیاس پر عمل کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔ اور جن کو فتویٰ دے گا ان کو بھی ہلاک کرے گا جو شخص ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کے بارے میں نہیں جانتا اور فتوے جاری کرتا ہے تو وہ خود بھی ہلاک ہونے والا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرنے والا ہے۔

حوالہ: امالی شیخ صدوق (اردو) حصہ دوم صفحہ 204 مجلس 65 حدیث 10

توضیح:

اگر ہم موجودہ فتوے بازی کو قیاس کا نام دیں تو کہا جاتا ہے کہ مجتہد قیاس نہیں کرتا بلکہ استنباط کرتا ہے اس حدیث نے سب کے منہ بند کر دیئے ہیں غیر معصوم کسی بھی طرح فتویٰ نہیں دے سکتا اس لیے کہ شرط لگا دی گئی ہے کہ جو شخص فتویٰ دے وہ ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کا علم رکھتا ہو۔ دعویٰ کا ذمہ دار میں نہیں ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کا مکمل علم صرف اور صرف آل محمدؐ کے پاس ہے اس کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے نہ ہی کسی نے دعویٰ کیا ہے لہذا اب ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ غور و فکر کرے اور معصوم کے علاوہ کسی غیر معصوم کا فتویٰ ہرگز قبول نہ کرے ورنہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

پندرھویں حدیث:

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں..... ”جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لیے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے پھر وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی آرا کو صحیح قرار دے دیتا ہے حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب (قرآن) ایک ہے (انہیں غور تو کرنا چاہیے) کیا اللہ نے انہیں اختلاف کا حکم دیا تھا جو یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجالاتے ہیں۔ اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عداوت کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لیے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند ہوا یا یہ کہ کیا اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضا مند ہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی؟ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔“

حوالہ: نیج البلاغہ (مترجم) جلد اول صفحہ 93 خطبہ 18 مطبوعہ محمد علی فاؤنڈیشن اسلام آباد۔

توضیح:

مولاً امیرؒ نے ہر اس بات کا جواب واضح طور پر دیا ہے جو عام کہی جاتی ہیں امامؑ نے فتویٰ بازی کو پسند نہیں فرمایا اور اس سے پیدا ہونے والے اختلاف سے شدید کراہت کی ہے اور وضاحت فرمائی ہے کہ خدا اور رسولؐ نے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ لہذا اب کسی استنباط کی ضرورت نہیں ہے۔ مولاً نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اختلاف کرنے سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے اور یہاں دین کا سارا انحصار ہی اختلافات پر رہ گیا ہے کسی ایک کا فتویٰ دوسرے سے نہیں ملتا ہر ایک کا اپنا اپنا استنباط ہے حالانکہ حدیثیں وہی ہیں۔ پس واضح ہوا کہ حدیثوں پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے پر عمل کرتا ہے۔ اس کی چند مثالیں ابھی آپ کے سامنے پیش کریں گے انشاء اللہ۔

نوٹ:

اگر ہم احادیث لکھنا جاری رکھیں تو شاید ہم نہ لکھ سکیں اس لیے کہ ان کی تعداد بہت ہے البتہ اگر ہدایت ملنی ہو تو ایک ہی حدیث کافی ہوتی ہے۔ ہم نے چند احادیث آپ کے سامنے نقل کر دی ہیں غور آپ نے خود کرنا ہے ہمارا کام تھا آئمہؑ کے فرامین کو آپ تک پہنچانا سو ہم نے اپنا کام پورا کر دیا اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ معصومؑ کے حکم پر عمل کریں یا غیر معصوم کے حکم پر۔

اتمام حجت:

ہم پہلے عرض چکے ہیں کہ ہم اس کتاب کو مناظرانہ نہیں بنانا چاہتے نہ ہی ہمارا مقصد کسی کو نشانہ بنانا ہے بلکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف حق کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ احادیث نقل کرتے ہوئے بھی ہم نے کوشش کی کہ اپنی گفتگو کو بہت کم شامل کیا جائے اب بھی ہماری یہی کوشش ہے لیکن ہماری مجبوری صرف حق کو ظاہر کرنا ہے اور جو ہم جانتے ہیں وہ ان تک پہنچانا فرض سمجھتے ہیں جو نہیں جانتے لہذا اتمام حجت کے طور پر چند حقائق آپ کے سامنے رکھے جارہے ہیں۔

کہا یہ جاتا ہے کہ مجتہد احادیث معصومینؑ ہی سے فتویٰ دیتا ہے اور کوئی قیاس وغیرہ نہیں کرتا ہم چند فتوے نقل کر رہے ہیں جو امام معصومؑ کے بالکل برعکس ہیں۔ ہماری چھوٹی سی کاوش پر غور ضرور فرمائیے گا۔

پہلا فتویٰ:

مرد اور عورت کے لیے مستحب ہے کہ پنجگانہ نماز سے پہلے اذان اور اقامت کہیں۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 132 مسئلہ 913

توضیح المسائل سیستانی صفحہ 151 مسئلہ 903

نوٹ: تمام مجتہدین نے یہی فتویٰ دیا ہے۔

### حدیث:

جعفر صادقؑ - عورت پر نہ اذان ہے نہ ہی اقامت ہے۔

حوالہ: (1) فروع کافی جلد دوم صفحہ 62 باب 17 حدیث 19

(2) من لا تکفہ الفقہ جلد اول صفحہ 197 حدیث 908

(3) وسائل الشیعہ جلد چہارم صفحہ 54 باب 14 حدیث 06

### نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”مؤثق“ ہے (دیکھیے مراۃ العقول جلد 15 صفحہ 90)

### توضیح:

اگر کسی چیز کا شریعت میں حکم نہ ہو تو اس کو از خود کرنا بدعت کہلاتا ہے چاہے وہ کوئی اور کیسا عمل ہو۔

### دوسرا فتویٰ

(1) اگر رکوع کی مقدار تو جھکے لیکن دونوں ہاتھ گھٹنوں پر نہ رکھے تو کوئی حرج نہیں۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 165 مسئلہ 1010

توضیح المسائل خمینی صفحہ 145 مسئلہ 1020

توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 222 مسئلہ 1105

توضیح المسائل محمد علی گرامی صفحہ 231 مسئلہ 1058

توضیح المسائل حافظ بشیر حسین نجفی صفحہ 234 مسئلہ 1021

(2) اگر رکوع کی مقدار تو جھکے لیکن دونوں ہاتھ گھٹنوں پر نہ رکھے تو احتیاط کے خلاف ہے اور احتیاط یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے۔

حوالہ۔ توضیح المسائل فاضل لکرائی صفحہ 219 مسئلہ 1044

### حدیث:

محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ۔ رکوع میں اپنے پیر برابر رکھو اور ان کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور اپنی ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھو۔

حوالہ: (1) فروع کافی جلد دوم صفحہ 83 باب 23 حدیث 01 اور صفحہ 71 باب 19 حدیث 06

(2) تہذیب الاحکام جلد دوم صفحہ 77 حدیث 289

(3) وسائل الشیعہ جلد چہارم صفحہ 274 باب 01 حدیث 01

### نوٹ:

فروع کافی کی سند کے مطابق ان احادیث میں سے پہلی حدیث (باب 23 والی) دوسندوں کے ساتھ مروی ہے جس میں پہلی سند صحیح ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد 15 صفحہ 122) اور اس کی دوسری سند حسن ہے۔ (حوالہ مذکورہ) جبکہ باب 19 والی حدیث ”حسن“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد 15 صفحہ 99)

### توضیح:

باقی تو سب نے امام کا مقابلہ ڈٹ کر کیا ہے مگر لکرائی صاحب کو رحم آ گیا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن وہ بھی اس قدر مجبور تھے کہ احتیاط کا سہارا لینا پڑا مطلقاً حکم نہیں لگا سکے۔ ہم حدیث نقل کر چکے ہیں کہ جس کا رکوع صحیح نہیں اس کی نماز ہی نہیں ہے۔ خوب غور کرو۔ ایک بات واضح کرتا چلوں کہ یہاں پر یہ کہہ کر بات کو ٹالنے کی کوشش کی جائے گی کہ یہ حکم مستحب ہے۔ چلو ہم ان کی بات سے اتفاق کر لیتے ہیں لیکن یہ بات فتویٰ دیتے وقت کیوں نہیں بتائی گئی وہاں لکھ دیتے کہ آئمہ کا حکم تو یہ ہے کہ ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں لیکن ہم کہہ رہے ہیں کہ اگر نہ بھی رکھے جائیں تو خیر ہے۔ بہر حال جو حکم امامؑ نے دیا ہے اس کو کرنا اور ماننا مجتہد سمیت ہر شخص پر واجب ہے اور یاد رہے کہ اس حدیث میں امام جعفر صادقؑ نے حماد کو خود نماز پڑھ کر سکھائی ہے۔

تیسرا فتویٰ:

تقیہ کی صورت میں موزے اور جوتے پر مسح کرنا کافی ہے۔  
حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 49 مسئلہ 258

حدیث:

محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ و موسیٰؑ کاظمؑ۔ تین چیزوں میں تقیہ نہیں ہے۔ (1) منشیات کا پینا۔ (2) موزوں پر مسح کرنا۔ (3) حج تمتع نہ کرنا۔

حوالہ: (1) فروع کافی جلد اول صفحہ 68 باب 20 حدیث 02

(2) من لا یخضرہ الفقہ (عربی) جلد اول صفحہ 30 حدیث 95

(3) تہذیب الاحکام جلد اول صفحہ 362 حدیث 1093

(4) الاستبصار جلد اول صفحہ 76 حدیث 237

(5) وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 278 باب 38 حدیث 01

نوٹ:

من لا یخضرہ الفقہ میں یہ حدیث امام موسیٰؑ کاظمؑ سے مروی ہے جبکہ باقی کتب میں زراہ نے امام کا نام نہیں بتایا لیکن چونکہ زراہ دونوں اماموں سے احادیث روایت کرتا ہے اس لیے ہم نے دونوں کا نام لکھ دیا ہے نیز یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”حسن“ ہے (دیکھیے مراۃ العقول جلد 13 صفحہ 106)۔

چوتھا فتویٰ:

حالت جنابت میں مسجد میں کوئی چیز رکھنا یا کچھ اٹھانے کی غرض سے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 50 مسئلہ 354

توضیح المسائل سیستانی صفحہ 64 مسئلہ 354

نوٹ:

سیستانی صاحب کے الفاظ تھوڑے مختلف ہیں لیکن مفہوم وہی ہے۔

حدیث:

جعفر صادق۔ اگر جب اور حائض کی کوئی چیز مسجد کے اندر پڑی ہو تو وہ جا کر اٹھا سکتے ہیں لیکن کوئی چیز مسجد کے اندر جا کر رکھنی ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

حوالہ: (1) فروع کافی جلد اول صفحہ 97 باب 32 حدیث 08

(2) تہذیب الاحکام جلد اول صفحہ 125 حدیث 339

(3) وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 416 باب 17 حدیث 01 اور 03

(4) تفسیر قمی جلد اول صفحہ 139

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”صحیح“ ہے (دیکھیے مراۃ العقول جلد 13 صفحہ 150)۔  
نیز ان کے علاوہ باقی مجتہدین نے امام کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

پانچواں فتویٰ:

(1) جمعہ کے دن انسان ظہر کے بدلے دو رکعت نماز جمعہ پڑھ سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نماز جمعہ پڑھے اور احتیاط مستحب کی بناء پر نماز ظہر بھی پڑھے اور یہ احتیاط بہت مطلوب ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 108 مسئلہ 72

(2) اس زمانہ میں نماز جمعہ واجب تخیری ہے یعنی جمعہ اور ظہر کے درمیان اختیار ہے کہ جسے چاہے پڑھے البتہ جمعہ افضل ہے اور ظہر احوط ہے اور اس سے زیادہ احوط یہ ہے کہ نماز جمعہ اور ظہر دونوں پڑھی جائیں نماز جمعہ پڑھنے والے سے علی الاقویٰ نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے لیکن احوط یہی ہے کہ نماز ظہر کو جمعہ کے بعد پڑھنا چاہیے اور نماز جمعہ نماز صبح کی طرح دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 479 مسئلہ 3154

(3) اگر انسان جمعہ کی نماز پڑھے تو وہ ظہر کی نماز کی کفایت کرتی ہے (یعنی پھر ظہر کی نماز پڑھنا ضروری نہیں)۔

حوالہ: توضیح المسائل آقا خوئی صفحہ 143 مسئلہ 740

توضیح المسائل سیستانی صفحہ 123 مسئلہ 720

(4) اس بنیاد پر کہ غیبت کے زمانہ میں نماز جمعہ واجب یعنی نہیں ہے انسان اول وقت میں بلا تاخیر ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 125 مسئلہ 722

(5) جمعہ کی نماز صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے اس میں اور صبح کی نماز میں فرق یہ ہے کہ اس سے پہلے دو خطبے بھی ہیں۔ جمعہ کی نماز واجب تخییری ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن مکلف کو اختیار ہے کہ اگر نماز جمعہ کی شرائط موجود ہوں تو جمعہ کی نماز پڑھے یا ظہر کی نماز پڑھے لہذا اگر انسان جمعہ کی نماز پڑھے تو وہ ظہر کی کفالت کرتی ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 123 مسئلہ 720

(6) امام زمانہ کی غیبت میں نماز جمعہ واجب تخییری ہے یعنی مکلف کو جمعہ کے دن اختیار ہے کہ نماز جمعہ پڑھے یا نماز ظہر لیکن نماز جمعہ ظہر سے افضل ہے اور ظہر احوط ہے اور اگر زیادہ احتیاط کرنا ہو تو دونوں کو بجالائے۔

حوالہ: توضیح المسائل لنکرانی صفحہ 306 مسئلہ 1536

(7) نماز جمعہ کو ظہر کے بدلے میں پڑھ لینا کافی ہے لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ ظہر کو بھی پڑھ لے۔

حوالہ: توضیح المسائل لنکرانی صفحہ 306 مسئلہ 1537

(8) جمعہ کے دن جو نمازی جمعہ اور ظہر دونوں نمازیں پڑھنا چاہتا ہے تو دونوں نمازوں میں قربت کی نیت کرنا کافی ہے اور کسی میں وجوب کی نیت واجب نہیں ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل آقا خاوندی صفحہ 83 مسئلہ 354

(9) نماز جمعہ زمانہ غیبت امام میں واجب تخییری ہے یعنی اس روز بجائے نماز ظہر کے نماز جمعہ پڑھ سکتا ہے لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر بھی پڑھے۔

حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ سید صادق شیرازی صفحہ 285 مسئلہ 1579

(10) نماز جمعہ بغیر کسی شرط کے واجب یعنی ہے سوائے اس ایک شرط کے کہ اگر کسی نماز جمعہ کی حدود یعنی ایک فرسخ کے فاصلے پر سات افراد جمع ہوں اور ان میں سے ایک شخص امامت کی صلاحیت رکھتا ہو تو نماز جمعہ واجب ہے اگر پانچ افراد میں سے کسی ایک میں امامت کی صلاحیت ہو تو نماز جمعہ جائز ہے۔



- حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ صادق تهرانی صفحہ 172 مسئلہ 296 مطبوعہ معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور۔
- (11) امام جمعہ کا امام معصوم ہونا ضروری ہے یا اس کا نائب خاص یا مجتہد جامع شرائط فتویٰ مبسوط الید ہول بصورت دیگر جاء مطلوبیت کی نیت سے پڑھیں اور ظہر کو واجب کی نیت سے پڑھنا ہوگا۔
- حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ حافظ بشیر حسین نجفی صفحہ 181 مسئلہ 731 مطبوعہ ایلیا پرنٹرز لاہور۔
- (12) اس زمانہ میں نماز جمعہ واجب تخریری ہے لیکن جمعہ و ظہر دونوں کو قربت مطلقہ کی نیت سے پڑھنا حوط ہے۔
- حوالہ: تحفۃ العوام مصدقہ مقبول جدید مولانا سید منظور حسین نقوی صفحہ 156 مطبوعہ افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور۔
- (13) واجب نمازوں میں سے ایک نماز جمعہ ہے اور یہ پنجگانہ نمازوں میں سے ہے جو جمعہ کے دن ظہر کی جگہ پڑھی جاتی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے اور اگر اس زمانہ میں اس کے شرائط فراہم کرنا ممکن ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر اسے قائم کریں اور قائم کرنے کے بعد احتیاط واجب کی بنا پر جن افراد میں شرائط موجود ہوں وہ حاضر ہوں اور بغیر عذر شرعی کے اسے ترک نہ کریں۔
- حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ محمد علی گرامی صفحہ 345 مسئلہ 1612

### توضیح:

آپ نے تمام مجتہدین کے فتوے ملاحظہ فرمائیے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ایک ہی مجتہد ایک ہی توضیح میں جمعہ کے متعلق مختلف فتوے جاری فرما رہا ہے ان فتوؤں کی روشنی میں انسان کہاں جائے؟ کس سے پوچھے کہ آخر یہ اتنی بڑی مصیبت نماز جمعہ پر کیوں آن پڑی ہے؟ جب اس کا حکم قرآن میں موجود ہے تو مجتہدین صاف صاف فتویٰ جاری کر دیں کہ جمعہ پڑھنا واجب ہے اور ظہر ساقط ہے۔ یہ سب مجتہدین کیوں الجھن میں پھنسے ہوئے ہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ جب انسان خدا اور رسولؐ کے بیان کردہ احکامات میں دخل اندازی اور قیاس آرائی کرے گا تو اس کی یہی حالت ہوگی۔ تمام فتاویٰ کو پڑھ کے انسان عجیب الجھن میں پھنس جاتا ہے کیا حیرت انگیز فتاویٰ کی منڈی کھلی ہوئی ہے ویسے سارے ہی عجیب و غریب فتاویٰ ہیں لیکن خامنہ ای صاحب نے تو حد ہی کر دی انہوں نے تو ظہر اور جمعہ دونوں کے وجوب کا ہی انکار کر دیا۔

ان فتاویٰ کا آپس میں اختلاف اور مجتہدین کی الجھن خود ان کی رد کے لیے کافی ہے لہذا ہم یہاں پر بغیر کوئی حکم معصوم بیان کئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ نیز ہم نماز جمعہ کے متعلق مکمل بحث نماز جمعہ کے احکام میں کریں گے انشاء اللہ۔

## چھٹا فتویٰ:

(1) امام عصرؒ کے زمانہ حضور میں عید فطر و عید قربان کی نمازیں واجب ہیں اور ان کا جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے لیکن ہمارے زمانے میں جبکہ امام عصرؒ غیبت میں ہیں یہ نمازیں مستحب ہیں اور باجماعت اور فردائی دونوں طرح پڑھی جاسکتی ہیں۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 232 مسئلہ 1497

توضیح المسائل آیت اللہ سید صادق شیرازی صفحہ 282 مسئلہ 1562

(2) نماز عید الفطر اور عید قربان امامؑ کے زمانہ ظہور میں جماعت کے ساتھ واجب ہے لیکن اس زمانہ میں کہ جب امامؑ پردہ غیبت میں ہیں مستحب ہے اور اسے رجائے مطلوبیت جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے (تحریر الوسیلہ)۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 210 مسئلہ 1511

(3) احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز عید فطر اور عید قربان کو زمانہ غیبت امامؑ میں جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں۔ البتہ رجائے مطلوبیت کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں (تحریر الوسیلہ) اور مستحب نمازوں کو بھی جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا جاسکتا سوائے نماز استسقاء کے کہ جو طلب بارش کے لیے پڑھتے ہیں۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 197 مسئلہ 1402

(3) ہمارے زمانہ میں جبکہ امامؑ غیب ہیں۔ یہ (عیدین کی) نمازیں مستحب ہیں اور جماعت کے ساتھ یا فردائی دونوں طرح پڑھی جاسکتی ہیں۔

حوالہ: توضیح المسائل آقا خوئی صفحہ 235 مسئلہ 1525

(4) عیدین کی نماز بھی نماز جمعہ کی طرح واجب ہے اس فرق کے ساتھ کہ اگر جماعت میسر نہ ہو تو ان کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ صادق تہرانی صفحہ 175 مسئلہ 307 مطبوعہ معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور۔

(5) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز زمانہ ظہور میں واجب ہے اور اس کو جماعت سے پڑھنا چاہیے لیکن ہمارے زمانہ میں امامؑ پردہ غیبت میں ہیں مستحب ہے اس نماز کو جماعت سے اور فردائی دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں لیکن اگر شرعی حکومت اپنے کامل شرائط کے ساتھ متحقق ہو جائے تو احتیاط واجب کی بنا پر نماز قائم کی ہو اور لوگ شرکت

کریں مگر یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے۔

حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ محمد علی گرامی صفحہ 340 مسئلہ 1587

نوٹ: گرامی صاحب نے اس سے اگلے مسئلہ میں نماز عیدین کی چار شرائط بیان کی ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے یعنی اپنے ہی پہلے فتوے کے خلاف کہہ دیا۔ کتنا اچھا ہوتا اگر مقلد کو بتا دیتے کہ کونسا بیان سچا ہے اور کونسا جھوٹا ہے۔

### توضیح:

اس موضوع پر بھی مکمل گفتگو عیدین کے احکام میں کئی جائے گی انشاء اللہ لیکن یہاں پر یہ کہتا ہوں کہ جب عیدین کی نماز واجب ہے تو اس سے امام کی غیبت اور حضوری کا کیا تعلق؟ کیا پنجگانہ نمازیں بھی امام کی غیبت میں مستحب ہیں؟ کیا کسی مستحب کو واجب پڑھا جاسکتا ہے یا کسی واجب کو مستحب کر کے پڑھا جاسکتا ہے؟ سیدھا مسئلہ لوگوں کو بتائیں خواہ مخواہ الجھایا ہوا ہے۔ سیدھی سی بات ہے یہ نمازیں واجب ہیں اور ہمیشہ واجب ہی رہیں گی البتہ آج کل ان کے وجوب کی شرائط مکمل نہیں ہیں اس لیے یہ نہیں پڑھی جاسکتیں۔ عجیب منطق کی بات ہے کہ مستحب کو بھی باجماعت پڑھایا جا رہا ہے کیا مستحب کی کبھی جماعت ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں جس مستحب نماز کی جماعت تھی معصومینؑ نے واضح حکم فرما دیا یعنی نماز استسقاء۔ ان کے مستحب ہونے اور مستحب کی باجماعت ادائیگی کا کوئی حکم موجود نہیں ہے یہ صرف خدا اور رسولؐ کے دین میں دخل اندازی اور قیاس آرائی کے ذریعے کیا گیا ہے اور وہ سب کے سامنے نظر آ رہا ہے کہ کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں۔

### ساتواں فتویٰ:

خمس سات چیزوں پر واجب ہے۔ (1) کاروبار۔ (یا روزگار) کا منافع۔ (2) معدنی کانیں۔ (3) دینیہ (گڑا ہوا خزانہ)۔ (4) حلال مال جو حرام مال میں مخلوط ہو جائے۔ (5) غوطہ خوری سے حاصل ہونے والے سمندری موتی اور مونگے۔ (6) جنگ میں ملنے والا مال غنیمت۔ (7) مشہور قول کے بنا پر وہ زمین جو ذمی کا فر کسی مسلمان سے خریدے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 261 مسئلہ 1721

توضیح المسائل خمینی صفحہ 241 مسئلہ 1746

نوٹ:

تمام مجتہدین نے متفقہ طور پر یہی فتویٰ دیا ہے کہ خمس واجب ہے اب ذرا دیکھیے آئمہ کیا فرماتے ہیں۔

حدیث:

”اسحاق بن یعقوب بیان کرتے ہیں کہ منجملہ ان توقیعات کے جو صاحب الزمانؑ کے خط مبارک سے ان کو موصول ہوئی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آپؑ نے لکھا کہ تم نے جو میری امامت کے منکرین کے بارے میں سوال کیا ہے..... اور جو لوگ ہمارے مال پر قابض ہیں تو جو شخص اسے حلال سمجھ کر کھا جائے تو گویا وہ (جہنم کی) آگ کھاتا ہے لیکن جہاں تک خمس کا تعلق ہے تو وہ ہمارے شیعوں کے لیے مباح کر دیا گیا ہے اور یہ ہمارے زمانہ ظہور تک ان کے لیے حلال ہے تاکہ ان کی ولادتیں پاکیزہ ہوں اور خبیث نہ ہوں۔“

حوالہ: وسائل الشیعہ جلد ششم صفحہ 327 باب 04 حدیث 16

اکمال الدین و تمام النعمہ (اردو) جلد دوم صفحہ 325 باب 45 حدیث 04

الاحتجاج طبرسی (عربی) صفحہ 470

نوٹ:

اس مفہوم کی باقی حدیثیں خمس کے احکام میں بیان ہوں گی انشاء اللہ اور ہم وہاں احادیث کی اسناد پر بھی گفتگو کریں گے۔ لیکن امامؑ کے واضح حکم کے سامنے مجتہد کا فتویٰ غور طلب ہے۔

آٹھویں فتویٰ:

(1) (مال کا مالک) جس شخص کو اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے ضروری ہے کہ وہ شیعہ اثنا عشری ہو۔ اگر انسان کسی کو شیعہ سمجھتے ہوئے زکوٰۃ دے دے اور بعد میں پتا چلے کہ وہ شیعہ نہ تھا تو ضروری ہے کہ دوبارہ زکوٰۃ دے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 289 مسئلہ 1906

توضیح المسائل آقا خوئی صفحہ 291 مسئلہ 1950

(2) جو شخص زکوٰۃ لے رہا ہے وہ شیعہ اثنا عشری ہو اور اگر انسان کسی کو شیعہ سمجھ کر دے دے اور مال زکوٰۃ تلف ہو

جائے اور پھر بعد میں معلوم ہو کہ وہ شیعہ نہیں ہے تو ضروری نہیں کہ دوبارہ زکوٰۃ دے۔  
حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 268 مسئلہ 1937

### حدیث:

(1) جعفر صادقؑ۔ زکوٰۃ کے مستحق صرف ولایت کے قائل لوگ ہیں۔

حوالہ: وسائل الشیعہ جلد ششم صفحہ 142 باب 05 حدیث 12  
المقنعة صفحہ 39

تہذیب الاحکام جلد چہارم صفحہ 52 حدیث 135  
(2) امام علی رضاؑ۔ سوائے ان لوگوں کو جو اقرار ولایت کرنے میں مشہور ہیں اور کسی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔  
حوالہ: عیون اخبار الرضاؑ (عربی) جلد دوم صفحہ 123  
وسائل الشیعہ جلد ششم صفحہ 142 باب 05 حدیث 10

### توضیح:

شیعہ اثنا عشری اور اہل ولایت یا ولایت کا اقرار کرنے میں مشہور لوگوں کا فرق آپ کے سامنے ہے۔ مجتہدین نے لفظ شیعہ اثنا عشری استعمال کر کے امام سے اختلاف فرمایا ہے امام نے شیعہ اثنا عشری نہیں بلکہ اہل ولایت کا حکم دیا ہے کیونکہ امام کو معلوم تھا کہ ایک زمانہ میں شیعہ اثنا عشری تو بہت لوگ کہلوائیں گے لیکن اصل مقصد ولایت کو ترک کر دیں گے یا اہمیت نہیں دیں گے اس لیے امام نے زکوٰۃ کا مستحق اہل ولایت کو قرار دیا۔ آپ نے پہلے دونوں فتوے بھی دیکھے اور خمینی صاحب کا فتویٰ بھی۔ یہ ان دونوں سے مختلف ہے ان دونوں کے فتوؤں کے مطابق اگر زکوٰۃ دینے کے بعد پتا چلے کہ لینے والا شیعہ نہ تھا تو ضروری ہے کہ دوبارہ زکوٰۃ دی جائے جبکہ خمینی صاحب کے نزدیک بعد میں زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے۔ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ دین محمدیؐ میں کہیں بھی اختلاف نہیں ہے اگر انہوں نے احادیث سے ہی استنباط کیا ہے تو پھر اتنا بڑا اختلاف کیوں ہے؟ یہ سب کچھ ظاہر کرتا ہے کہ جو فتویٰ دیا جاتا ہے وہ اپنے ذہن اور قیاس کی پیداوار ہوتا ہے۔

نواں فتویٰ:

- (1) یہودی اور عیسائی عورتوں کی مانند اہل کتاب عورتوں سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور احتیاط لازم کی بنا پر دائمی عقد نہ کیا جائے۔  
حوالہ: توضیح المسائل سیتانی صفحہ 360 مسئلہ 2357
- (2) یہود و نصاریٰ جیسی اہل کتاب عورتوں سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔  
حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 335 مسئلہ 2391
- (3) یہود و نصاریٰ عورتوں سے عقد دائم اور غیر دائم کیا جاسکتا ہے۔  
حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ سید صادق شیرازی صفحہ 446 مسئلہ 2751

حدیث:

- (1) جعفر صادقؑ - یہودی اور نصرانی عورت سے متعہ کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ ہی نکاح دائمی جائز ہے۔  
حوالہ: من لا یحضرہ من لا یحضرہ الفقہ جلد سوم صفحہ 283 حدیث 4588  
وسائل الشیعہ جلد 14 صفحہ 264 باب 13 حدیث 04
- (2) جعفر صادقؑ - متعہ مومنہ عورت سے کرنا چاہیے اگر مومنہ نہ ہو تو اسے حق کی دعوت دیں اگر قبول کرے تو پھر متعہ کر لیں اور اگر انکار کرے تو پھر اسے چھوڑ دیں۔ (یعنی متعہ نہ کریں)  
حوالہ: فروع کافی (عربی) جلد پنجم صفحہ 454 حدیث 05  
تہذیب الاحکام جلد ہفتم صفحہ 252 حدیث 1088  
وسائل الشیعہ جلد 14 صفحہ 357 باب 07 حدیث 01

توضیح:

اختلاف آپ کے سامنے ہے البتہ ایک بات واضح کرتا چلوں کہ کتب احادیث میں کچھ ایسی روایتیں موجود ہیں کہ جن میں مذکورہ عورتوں سے متعہ کی اجازت دی گئی ہے لیکن اور بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں جن کی وجہ سے ان عورتوں سے متعہ کرنا جائز قرار نہیں پاتا مثلاً غیر مسلم عورت سے بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ حرام کھانا نہ

چھوڑے تو متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد اپنی ماں کے دودھ پینے سے محروم ہوگی ایک حدیث میں ہے کہ جو عورت متعہ کے مسائل نہ جانتی ہو اس سے متعہ نہ کیا جائے اب غیر مسلم عورت متعہ کے احکام کیسے جانتی ہوگی؟ پھر دوسری حدیث کہ صرف مومنہ عورت سے متعہ کیا جائے اور بھی پہلی حدیث کو مضبوط کر رہی ہے پھر یہ کہ مجتہدین کے بیان ایک دوسرے سے مختلف ہیں جو ان کے رد کے لیے کافی ہیں۔ متعہ کے متعلق تمام حدیثیں متعہ کے احکام میں درج کی جائیں گی۔

### دسواں فتویٰ:

اگر مرد عقد میں حق مہر معین کرے لیکن اس کی نیت ہو کہ حق مہر ادا نہیں کرے گا تو عقد صحیح ہے لیکن اسے حق مہر دینا پڑے گا۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 341 مسئلہ 2439

توضیح المسائل لنکرانی صفحہ 496 مسئلہ 2512

توضیح المسائل آقاخوئی صفحہ 365 مسئلہ 2455

توضیح المسائل سیستانی صفحہ 368 مسئلہ 2405

توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 452 مسئلہ 2800

### حدیث:

جعفر صادقؑ۔ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کی نیت مہر ادا کرنے کی نہ ہو تو ایسا شخص اللہ کے نزدیک زانی ہے۔

حوالہ: فروع کافی (عربی) پنجم صفحہ 383 حدیث 03

من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم صفحہ 245 حدیث 4400

وسائل الشیعہ جلد 15 صفحہ 53 باب 11 حدیث 01

### توضیح:

ویسے تو فتوے اور حدیث میں ظاہری کوئی فرق نہیں ہے لیکن اگر غور کریں تو زمین اور آسمان کا فرق ہے ایسی صورت میں نکاح آئمہؑ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ آئمہؑ نے ایسے شخص کو زانی قرار دیا ہے جبکہ مجتہد نے اس پر

کوئی بات نہیں کی ہے یعنی اگر وہ شخص زانی ہے تو اس پر حد جاری ہوگی تو فتویٰ یوں ہونا چاہیے تھا کہ ایسا شخص زانی ہے اور اس پر حد جاری ہوگی جبکہ انہوں نے ایسے شخص کو زانی قرار نہیں دیا بلکہ بے گناہ قرار دیا اور صرف حق مہرتک ہی بات رکھی۔

گیارہواں فتویٰ:

شتر مرغ اور مور حلال ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 400 مسئلہ 2582

حدیث:

(1) حضور اکرمؐ۔ مور اور شتر مرغ مسوخات (منسوخ شدہ) میں سے ہیں۔

حوالہ: من لا یخضرہ الفقہ جلد سوم صفحہ 207 حدیث 4197

(2) جعفر صادقؑ۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے منسوخ شدہ چیزوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔

حوالہ: فروع کافی (عربی) جلد ششم صفحہ 247 حدیث 01

تہذیب الاحکام جلد نہم صفحہ 16 حدیث 65

علل الشرائع صفحہ 485 حدیث 05

من لا یخضرہ الفقہ جلد سوم صفحہ 207 حدیث 4197 (بروایت حضور اکرمؐ)

المحاسن صفحہ 335 حدیث 106

بارہواں فتویٰ:

جو مرد اور عورت آپس میں محرم ہوں اگر وہ لذت کی نیت نہ رکھتے ہوں تو شرمگاہ کے علاوہ ایک دوسرے کا پورا

بدن دیکھ سکتے ہیں۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 367 مسئلہ 2396

توضیح المسائل خمینی صفحہ 340 مسئلہ 2430

توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 452 مسئلہ 2800



## حدیث:

(1) جعفر صادقؑ - مردنا محرم عورت کا چہرہ، دو ہاتھ اور دو قدم دیکھ سکتا ہے۔

حوالہ: فروع کافی (عربی) پنجم صفحہ 521 حدیث 02

وسائل الشیعہ جلد 14 صفحہ 152 باب 109 حدیث 02

الخصال صفحہ 302 حدیث 78

(2) جعفر صادقؑ - مرد کا اپنی ماں، اپنی بہن یا اپنی بیٹی (یعنی محرم عورت) کے بالوں پر نگاہ کرنا جائز ہے

حوالہ: من لا یخضرہ الفقیہ جلد سوم صفحہ 294 حدیث 4659

وسائل الشیعہ جلد 14 صفحہ 147 باب 104 حدیث 07

## توضیح:

دونوں حدیثوں کو درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اچھی طرح وضاحت ہو سکے اگرنا محرم عورت کا چہرہ ہاتھ اور قدم دیکھنا جائز ہے تو محرم کا بدرجہ اولیٰ جائز ٹھہرا اور محرم کے لیے اتنی سی گنجائش ہے کہ ان کے بالوں پر نگاہ کی جاسکتی ہے جس طرح عام گھروں میں عورتیں ننگے سر رہ لیتی ہیں اس کے علاوہ کسی بھی حصے کو دیکھنا ہرگز درست نہیں ہے چاہے نیت کچھ بھی ہو۔ فتوے میں تو کھلی چھٹی ہے کہ جس طرح جو اعضاء چاہو دیکھو بس نیت ٹھیک رکھو۔ ہر شخص اپنے ایمان سے بتائے کیا ماں اور بیٹی محرم نہیں ہے؟ اگر ہے تو کیا ان کی چھاتی کو دیکھنا درست ہے؟ (استغفر اللہ) اس سے زیادہ ہم کچھ لکھ نہیں سکتے اس لیے کہ ہمارے ہاتھ کا پنے لگے ہیں۔ ہر انسان عقل رکھتا ہے اسے غور کرنا چاہیے۔

## تیرھواں فتویٰ:

(1) جس شخص کے پاس صرف ایک لباس ہو اگر اس کا بدن اور لباس نجس ہو جائیں اور اس کے پاس ان میں سے ایک کو پاک کرنے کا پانی ہو تو احتیاط لازم یہ ہے کہ بدن کو پاک کرے اور نجس لباس سے نماز پڑھے لباس کو پاک کر کے نجس بدن کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر لباس کی نجاست بدن کی نجاست سے زیادہ ہو یا لباس کی نجاست بدن کی نجاست کے لحاظ سے زیادہ شدید ہو تو اسے اختیار ہے کہ لباس اور بدن میں سے جسے چاہے پاک کرے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 137 مسئلہ 800

(2) جس شخص کے پاس صرف ایک لباس ہے اگر اس کا بدن اور لباس نجس ہو جائیں اور پانی اتنا ہے کہ اس سے صرف اس کو دھویا جاسکتا ہے تو اگر لباس کو اتار سکتا ہے تو بدن کو پاک کرے اور ننگوں کی طرح نماز پڑھے جس کا طریقہ بیان ہو چکا ہے اور اگر سردی یا کسی عذر کی بنا پر لباس نہیں اتار سکتا تو اگر دونوں کی نجاست برابر ہے مثلاً دونوں پر پیشاب یا خون لگا ہے یا بدن کی نجاست زیادہ شدید ہے مثلاً اس کی نجاست پیشاب ہے کہ جسے دو دفعہ دھونا ہے تو احتیاط واجب یہ ہے کہ بدن کو پاک کرے اور اگر لباس کی نجاست زیادہ شدید تر ہے تو بدن اور لباس میں سے جسے چاہے پاک کرے۔  
حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 119 مسئلہ 811

### حدیث:

جعفر صادقؑ۔ جس شخص کے پاس صرف ایک ہی کپڑا (لباس) ہو اور وہ جب ہو جائے (یعنی لباس اور بدن دونوں نجس ہو جائیں) اور پانی موجود نہ ہو تو وہ تیمم کرے اور برہنہ (ننگے) بیٹھ کر نماز پڑھے اور اشارہ سے ارکان بجا لائے۔

حوالہ: فروع کافی جلد دوم صفحہ 201 باب 58 حدیث 15

تہذیب الاحکام جلد دوم صفحہ 365 حدیث 1516

وسائل الشیعہ جلد سوم صفحہ 255 باب 50 حدیث 03

### توضیح:

یعنی اگر پانی نہیں ہے تو تیمم کرے اور نجس لباس کو اتار کر نماز پڑھے اور اگر کچھ پانی ہے جس سے غسل ہو سکتا ہے تو تیمم یہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ غسل کرے گا اور برہنہ نماز پڑھے گا اور یہی بات عقلاً بھی درست ہے اب ذرا فتوے پہ غور کرو کہ جب نجس بدن کو پاک کر کے نجس لباس پہنا جائے گا تو نجس لباس سے نماز کیسے ہوگی اسی طرح اگر کپڑے کو پاک کر کے پہنے گا تو جب نجس بدن لگے گا تو پھر نجس ہو جائے گا۔

### چودھواں فتویٰ:

(1) سب واجب اور مستحب نمازوں کی دوسری رکعت میں، نماز مغرب کی تیسری رکعت میں اور ظہر و عصر اور عشاء کی

چوتھی رکعت میں انسان کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ جائے اور بدن کے سکون کی حالت میں تشهد پڑھے یعنی کہے۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ اللہ صلی علی محمد وآل محمد۔ اور اگر کہے۔ اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد عبدہ ورسولہ۔ تو بھی کافی ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 175 مسئلہ 1087

توضیح المسائل خمینی صفحہ 155 مسئلہ 1096

نوٹ:

خمینی صاحب نے دوسری بات نہیں کہی جو سیستانی صاحب نے مختصر پڑھنے کی کہی ہے تیز باقی تمام کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

حدیث:

جعفر صادق۔ تشهد یوں ہے۔

”بسم اللہ وباللہ والحمد للہ وخیر الاسماء کلہا للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ واشہد ان ربی نعم الرب وان محمداً نعم الرسول وان علیاً نعم وصی و نعم الامام اللہم صل علی محمد و آل محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ الحمد للہ رب العالمین۔“

حوالہ: بحار الانوار جلد 84 صفحہ 208

فقہ کامل (فارسی) از علامہ محمد تقی (مجلسی اول) صفحہ 31

القطرہ از آیت اللہ سید احمد مستنبط جلد دوم صفحہ 93

شناخت امیر المومنین از آیت اللہ سید عباس قمر بنی ہاشم صفحہ 103

منہاج الصلاح از حجۃ الاسلام سید محمد موسوی کشمیری صفحہ 147

نوٹ:

تشہد کے متعلق بقیہ احادیث تشہد کے احکام میں بیان ہوں گی انشاء اللہ۔ لیکن یہاں پر ایک بات کرتا چلوں کہ

جو تشہد مجتہدین نے جاری فرمایا ہے وہ کسی بھی حدیث میں من وعن موجود نہیں ہے لہذا یہ ان کے قیاس اور اجماع سے تیار کردہ تشہد ہے جس کے متعلق کسی کو بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔  
پندرہواں فتویٰ:

خرگوش اور کوا حلال ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل آیت اللہ صادق تہرانی صفحہ 366 مسئلہ 678

حدیث:

امام علی رضاؑ۔ خرگوش کا گوشت حرام ہے کیونکہ اس کے پنجے بلی اور وحشی درندوں کی طرح ہیں اور اس کا اندرونی حصہ نجس ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے خون کی مانند ایک خون موجود ہے کہ اس سے مراد خون حیض و نفاس ہے اور یہ ایسا حیوان ہے جو مسخ شدہ ہے۔

حوالہ: عیون اخبار الرضاؑ (عربی) جلد دوم صفحہ 92

حدیث:

جعفر صادقؑ۔ کووں میں سے کسی کو بھی کھانا جائز نہیں اور نہ ہی سانپ کو کھانا جائز ہے۔

حوالہ: من لا یخضرہ الفقہ جلد سوم صفحہ 215 حدیث 4233

وسائل الشیعہ (عربی) جلد 24 صفحہ 127 باب 07 حدیث 06

نوٹ:

موصوف فرماتے ہیں کہ خرگوش اور کوئے کی حرمت پر کوئی دلیل ہی نہیں ہے جبکہ احادیث آپ کے سامنے ہیں کیا یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ خرگوش کے پنجے بلی کی طرح ہیں یعنی درندہ ہے اور اسے حیض بھی آتا ہے۔ اسی طرح کوئے میں بھی حلال پرندوں والی کوئی علامت نہیں ہے۔

سولہواں فتویٰ:

کرپانی کی مقدار ساڑھے تین بالشت لمبا ساڑھے تین بالشت چوڑا اور ساڑھے تین بالشت گہرا ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 6 مسئلہ 16

توضیح المسائل سیستانی صفحہ 12 مسئلہ 16

توضیح المسائل فاضل لنگرانی صفحہ 26 مسئلہ 19

توضیح المسائل محمد علی گرامی صفحہ 23 مسئلہ 22

حدیث:

جعفر صادقؑ - گر کی مقدار تین بالشت لمبا، تین بالشت چوڑا اور تین بالشت گہرا ہے۔ (یعنی 3x3x3)

حوالہ: فروع کافی جلد اول صفحہ 24 باب 02 حدیث 07

من لا یحضرہ الفقہ جلد اول صفحہ 34 حدیث 02

امالی شیخ صدوق صفحہ 514

وسائل الشیعہ (عربی) جلد اول صفحہ 165 باب 10 حدیث 02

مستدرک الوسائل جلد اول صفحہ 199 حدیث 344

بحار الانوار جلد 80 صفحہ 18 حدیث 10

ستر ہواں فتویٰ:

حرام گوشت پرندوں کا فضلہ (بیٹھ) نجس ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل نمبر 15 مسئلہ 85

توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 80 مسئلہ 90

توضیح المسائل تقی بھجت صفحہ 35 مسئلہ 98

حدیث:

جعفر صادقؑ - ہراڑنے والی چیز کا پیشاب اور بٹھ (اگر لگ جائے تو) کوئی حرج نہیں (یعنی پاک ہے)۔

حوالہ: فروع کافی جلد اول صفحہ 106 باب 36 حدیث 08

وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ 376 باب 10 حدیث 10

تہذیب الاحکام جلد اول صفحہ 266 حدیث 779

نوٹ: صادق تہرانی، فاضل لنکرانی اور محمد علی گرامی نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ بیٹھ پاک ہے۔ ان کا آپس میں اختلاف اس بات کا ثبوت ہے کہ فتویٰ قیاس پر مبنی ہوتا ہے حدیثوں سے استنباط ہرگز نہیں کیا جاتا۔ صحیح اور غلط کا فیصلہ خود فرمائیے گا

ہم تو بس حقائق آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔

اٹھارہواں فتویٰ:

اگر تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد پڑھے تو احتیاط واجب یہ ہے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 144 مسئلہ 1005

توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 220 مسئلہ 1090

توضیح المسائل محمد علی گرامی صفحہ 229 مسئلہ 1042

توضیح المسائل فاضل لنکرانی صفحہ 217 مسئلہ 1029

توضیح المسائل بشیر حسین نجفی صفحہ 232 مسئلہ 1006

حدیث:

امام جعفر صادقؑ - نماز چاہے جہری ہو یا سری بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا لازم (واجب) ہے۔

حوالہ: وسائل الشیعہ جلد چہارم صفحہ 138 باب 11 حدیث 01

تہذیب الاحکام جلد دوم صفحہ 68 حدیث 264

الاستبصار جلد اول صفحہ 310 حدیث 1154

مستدرک الوسائل جلد چہارم صفحہ 189 باب 89 حدیث 4456 (قدرے مختلف)

نوٹ: فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب 20 حدیث 20 میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ کے پیچھے راوی نماز پڑھتا رہا تو

امامؑ ہر نماز (سری اور جہری) میں اور ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے رہے۔

انیسواں فتویٰ:

(1) اگر کوئی شخص ضرر کے یقین یا احتمال کی وجہ سے تیمم کرے اور اسے نماز سے پہلے اس بات کا پتا چل جائے

کہ پانی اس کے لیے نقصان دہ نہیں تو اس کا تیمم باطل ہے اور اگر اس بات کا پتا نماز کے بعد چلے تو وضو یا غسل کر کے

دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔ سوائے اس کے کہ ضرر کے یقین یا احتمال کے باوجود وضو یا غسل کرنا ایسی ذہنی بے چینی کا

باعث ہو جسے برداشت کرنا مشکل ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل سیستانی صفحہ 113 مسئلہ 661

(2) اگر کوئی شخص نقصان کے یقین یا نقصان کے ڈر سے تیمم کرے اور نماز سے پہلے اسے معلوم ہو جائے کہ پانی کا استعمال اس کے لیے مضر نہیں ہے تو اس کا تیمم باطل ہے اور اگر نماز کے بعد علم ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ وضو یا غسل کر کے نماز کو دوبارہ پڑھے اور اگر وقت گزر گیا ہو تو اس کی قضا پڑھے۔

حوالہ: توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 171 مسئلہ 739  
توضیح المسائل محمد علی گرامی صفحہ 160 مسئلہ 704 ( مگر احتیاط مستحب کہا ہے )

(3) اگر کوئی شخص ضرر کے یقین یا خوف کی وجہ سے تیمم کرے اور نماز سے پہلے اسے پتا چل جائے کہ پانی اس کے لیے نقصان دہ نہیں تو اس کا تیمم باطل ہے اور اگر اسے اس بات کا پتا نماز کے بعد چلے تو اگر وقت باقی ہو تو اسے چاہیے کہ وضو یا غسل کر کے دوبارہ نماز پڑھے اور اگر وقت گزر جائے تو قضا واجب نہیں ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل بشیر حسین نجفی صفحہ 169 مسئلہ 672

(3) اگر کوئی شخص ضرر کے یقین یا خوف کی وجہ سے تیمم کرے اور نماز سے پہلے اسے پتا چل جائے کہ پانی اس کے لیے نقصان دہ نہیں تو اس کا تیمم باطل ہے اور اگر اسے اس بات کا پتا نماز کے بعد چلے تو احتیاط واجب کی بنا پر اگر وقت باقی ہو تو اسے چاہیے کہ وضو یا غسل کر کے دوبارہ نماز پڑھے۔

حوالہ: توضیح المسائل آقا خونی صفحہ 135 مسئلہ 680

(4) اگر یقین یا خوف ضرر کی وجہ سے تیمم کر لے اور نماز پڑھنے سے پہلے اسے معلوم ہو جائے کہ پانی اس کے لیے مضر نہیں تو اس کا تیمم باطل ہے اور اگر نماز کے بعد معلوم ہو تو نماز صحیح ہے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 99 مسئلہ 671

### حدیث:

محمد باقرؑ - جو شخص تیمم کر کے نماز شروع کر دے اور رکوع میں جانے سے پہلے ہی پانی دستیاب ہو جائے تو نماز قطع کر کے وضو کرے لیکن اگر رکوع میں چلا جائے اور پھر پانی دستیاب ہو تو نماز جاری رکھے اس صورت میں تیمم

کافی ہے۔

حوالہ: فروع کافی جلد اول صفحہ 115 باب 40 حدیث 04

وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ 361 باب 21 حدیث 01

تہذیب الاحکام جلد اول صفحہ 200 حدیث 580

توضیح: پہلے تو مجتہدین کا آپس میں اختلاف واضح ہے پھر سب نے معصوم سے اختلاف کیا ہے یعنی معصوم فرماتے ہیں کہ اگر کسی بھی وجہ سے وضو یا غسل نہ کیا ہو بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو اور رکوع میں جانے سے پہلے پانی کو استعمال کرنے کے قابل ہو جائے تو نماز کو ختم کر کے وضو یا غسل کر کے پھر نماز پڑھے اور اگر رکوع کے بعد یہ صورت بنے تو نماز جاری رکھے اس کی تیمم والی نماز صحیح ہے نہ وقت میں اعادہ کی ضرورت ہے نہ ہی قضا کی ضرورت ہے اس لیے کہ صحیح نماز کے اعادہ یا قضا کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ مگر مجتہدین دوبارہ پڑھوانے پر بضد ہیں چاہے دن میں پانچ نمازوں کی بجائے زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ ثمنی صاحب کا فتویٰ باقی مجتہدین سے بالکل جدا ہے۔

بیسواں فتویٰ:

(1) وہ شخص جو حرام سے مجب ہوا احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس کا پسینہ نجس ہے چاہے منی جماع کی حالت میں باہر آئے یا اس کے بعد، مرد سے ہو یا عورت سے، زنا سے ہو یا لواطہ سے، جانوروں کے ساتھ وطی کی وجہ سے ہو یا استمناء سے لیکن اس پسینہ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔

حوالہ: توضیح المسائل صادق شیرازی صفحہ 84 مسئلہ 125

(2) جو شخص حرام سے مجب ہو یعنی زنا وغیرہ سے تو اس کا پسینہ نجس نہیں البتہ احتیاط واجب یہ ہے کہ اگر ایسا پسینہ بدن یا لباس پر لگا ہو تو اس کے ہوتے ہوئے نماز نہ پڑھی جائے۔

حوالہ: توضیح المسائل خمینی صفحہ 19 مسئلہ 116

توضیح المسائل آقا خوئی صفحہ 60 مسئلہ 117

حدیث:

جعفر صادقؑ۔ جب کا پسینہ اگر کپڑے پر لگ جائے تو کوئی حرج نہیں اور یہی حکم حائضہ عورت کے لیے بھی ہے۔

حوالہ: فروع کافی جلد اول صفحہ 99 باب 33 حدیث 01



وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ 393 باب 27 حدیث 01

تہذیب الاحکام جلد اول صفحہ 268 حدیث 786

الاستبصار جلد اول صفحہ 184 حدیث 644

توضیح: معصوم سے تو دونوں فتوے ہی مختلف ہیں مگر ہم دوسرے فتوے سے بہت پریشان ہیں۔ ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آسکی کہ جب جب کا پسینہ نجس نہیں ہے تو پھر نماز میں رکاوٹ کیوں ہوگا؟ پھر ایک نئی بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ حلال سے جب ہونے والے اور حرام سے جب ہونے والے کے احکام الگ الگ ہیں حالانکہ سیدھی سی بات ہے کہ جب کوئی جب ہو گیا تو وہ صرف جب ہی ہے چاہے حلال سے ہو چاہے حرام سے ہو اسی لیے معصوم نے مطلقاً فرما دیا کہ جب کے پسینے سے کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ: ہم نے مختصراً ایسے حقائق آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں جن پر کوئی توجہ ہی نہیں دیتا اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہر بندے کے ذہن میں یہ شوشہ بٹھا دیا گیا ہے کہ مجتہد جو فتویٰ دیتا ہے وہ معصومین کے فرامین کے مطابق ہی ہوتا ہے اگر ہم اسی طرح فتوے جمع کریں تو پوری کتاب بن جائے گی نیز اگر ایک ہی مجتہد کو دیکھیں تو اس کا کہیں کچھ فتویٰ ہوتا ہے تو کہیں کچھ۔ معاف کیجئے گا مجتہد کی اتنی اوقات نہیں ہے کہ وہ دین خدا میں دخل اندازی کرے اور اپنے خیال کے مطابق فتویٰ دے۔ یہاں ہر مجتہد اپنی اپنی قیاس کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے ایک ہی مسئلے پر کسی کا کچھ فتویٰ ہے اور کسی کا کچھ ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو تقلید کو مشکوک بنا دیتی ہیں دین میں صرف ایک ہی حکم تو نہیں ہے کہ سارا زور اسی پہ لگایا جائے جیسا کہ تقلید کے وجوب پر لگایا جاتا ہے تقلید کا بیان بذات خود باطل ہے اس لیے کہ جو بندہ اصول دین سمجھ سکتا ہے وہ فروع دین کیوں نہیں سمجھ سکتا۔ نجات کا انحصار عقیدے پر ہے عمل پر نہیں۔ پوری زندگی عمل کر لیا جائے لیکن اگر عقیدہ درست نہیں تو ٹھکانہ جہنم ہے اور عقیدہ اصول دین سے متعلق ہے فروع دین سے اس کا تعلق نہیں ہے تو جو بندہ اپنا عقیدہ درست رکھ سکتا ہے وہ عمل بھی درست کر سکتا ہے اگر امام مہدی کی حدیث سے مجتہد کی تقلید ہی ثابت ہوتی ہے تو پھر صرف فروع دین تک کیوں ہے؟ امام نے تو مطلقاً حکم فرمایا ہے کہ جو بھی مسئلہ ہو حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو ہمیں صرف فروع دین کے لیے مجتہد دکھایا گیا ہے اصول دین کے لیے کیوں نہیں ہے؟ فروع دین کے علاوہ جو مسائل پیش آتے ہیں وہ کس سے پوچھیں؟ یقیناً یہی جواب ملے گا کہ احادیث کی طرف رجوع کریں تو جناب عالی عرض یہ ہے کہ اگر

کوئی بقیہ مسائل کے لیے احادیث کی طرف رجوع کر سکتا ہے تو فروع دین کے لیے بھی اسے رجوع کرنا چاہیے۔ یقیناً ہر انسان اس قابل ہے کہ وہ اپنا اچھا اور برا سوچ سکے۔

کیا کسی نے آج تک توحید کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ خدا کون ہے؟ یقیناً نہیں تو یہ ہر بندے کو کیسے علم ہوا کہ خدا ایک ہے؟ کیسے معلوم کیا کہ اسی نے ہم کو پیدا کیا؟ کیسے پتا چلا کہ وہی ہر چیز کا مالک ہے؟ جو بندہ خدا کے بارے میں اتنا جان گیا ہے وہ یقیناً اس قابل ہے کہ اس کی مخلوق کے بارے میں بھی جان سکے جتنا اس کے لیے ضروری ہے اور اعمال تو پھر اس سے بھی زیادہ آسانی سے جان سکتا ہے۔ قیامت کے دن کسی نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھانا ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔ لہذا خود علم حاصل کیا جائے اور احادیث آئمہؑ کا مطالعہ کیا جائے۔ کسی کے فتوے پر عمل کرنا ہلاکت کا باعث ہے اور فتوؤں کی حالت زار آپ کے سامنے ہے جیسا کہ امیر المومنینؑ کا فرمان آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جو لوگوں کے شکوک و شبہات دور کرنے کا عویدار ہے خود لوگوں کو شکوک و شبہات میں ڈال رہا ہے اور خود بھی ہلاک ہو رہا ہے اور لوگ کو بھی کر رہا ہے فتوؤں کی بھی یہی حالت ہے پوری توضیح المسائل شکوک و شبہات سے بھری ہوئی ہے۔ ہر فتوے میں ”احتیاط مستحب“، ”احتیاط واجب“، ”اشکال ہے“، ”اشکال نہیں ہے“، ”احوط ہے“، ”رجاء مطلوب بیت سے“، ”محل اشکال ہے“ وغیرہ وغیرہ کے الفاظ انسان کو شک سے باہر ہی نہیں آنے دیتے اور شک میں کیا گیا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہے بلکہ شک والا عمل کرنے کی بجائے اسے ترک کر دینا بہتر ہے۔ ایک ہی مسئلے کو ایک مجتہد حرام کہتا ہے، دوسرا حلال تیسرا مکروہ چوتھا مستحب کہتا ہے تو ایسی حالت میں پوری شریعت مشکوک ہو جاتی ہے کہ آخردین کن خرافات سے بھرا ہوا ہے۔ (معاذ اللہ) جب دین میں اختلاف نہیں ہے جو حلال ہے وہ حلال ہے اور جو حرام ہے وہ حرام ہے پھر اس میں دخل اندازی اور قیاس آرائی کرنے کا کیا مطلب ہے؟

### توجہ طلب:

ہم آپ کی توجہ وسائل الشیعہ اور اس کے مؤلف شیخ حر عاملیؒ کی طرف کروانا چاہتے ہیں انہوں نے وسائل الشیعہ جیسی ضخیم کتاب لکھ کر مذہب حقہ پر احسان فرمایا ہے اس کتاب کا انہوں نے جو مقدمہ لکھا ہے اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے اب یہ کتاب ترجمے میں بھی دستیاب ہے البتہ ہمیں مکمل کتاب تو نہیں مل سکی بلکہ صرف سولہ جلدیں مل سکیں جن میں سے جلد نمبر دس بھی نہیں ملی اور جو عربی میں ہمارے پاس ہے وہ تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ حر عاملیؒ صاحب نے اس کتاب کے مقدمے میں تقریباً کھلے کھلے لفظوں میں غیر معصوم کی تقلید کی مخالفت کی ہے اور صرف معصومؑ کی طرف رجوع پر زور دیا ہے

انہوں نے اس کتاب یعنی وسائل الشیعہ کو لکھنے کا مقصد بھی یہی بتایا ہے تاکہ لوگوں کو غیر معصوم کے چنگل سے نکال کر معصومین کے فرامین کی طرف لایا جائے۔ ہم نے اس مقدمہ کی طرف توجہ اس لیے دلوائی ہے تاکہ کسی بھی قسم کے فتوے سے بچ نکلیں اور یہ کہہ کر معاف کر دیا جائے کہ چلو اس بیچارے کا کیا قصور ہے ہمارے بڑے بڑے علماء یہی کچھ کہتے اور لکھتے آئے ہیں۔ ایک بار پھر درخواست ہے کہ وسائل الشیعہ کے مؤلف کا مقدمہ ضرور پڑھا جائے ہماری تحریر اور ان کی تحریر کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہوگا۔



## مقدمہ عبادات

- (1) محمد باقرؑ۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے نماز، زکوٰۃ، صوم، حج اور ولایت اور اسلام کی سب سے نمایاں چیز ولایت ہے۔ (لیکن افسوس کہ) لوگوں نے چار کو لیا اور ولایت کو چھوڑ دیا۔  
حوالہ: اصول کافی جلد سوم صفحہ 252 باب 141 حدیث 03

نوٹ:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے موثق صحیح ہے۔ (دیکھئے مراۃ العقول جلد ہفتم صفحہ 101)

- (2) محمد باقرؑ۔ اسلام کا سنگ بنیاد پانچ چیزوں پر رکھا گیا ہے یعنی نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، حج کرنے، ماہ رمضان کا روزہ رکھنے اور ہم اہل بیتؑ کی ولایت کا اقرار کرنے پر۔ خدا نے پہلی چار چیزوں میں تو رخصت دی ہے مگر ولایت میں کوئی رخصت نہیں دی۔ چنانچہ جس کے پاس مال نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے نیز جس کے پاس مال نہ ہو اس پر حج بھی نہیں ہے جو بیمار ہو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا اس پر کھڑا ہونا واجب نہیں ہے اسی طرح اس پر ماہ رمضان کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے مگر ولایت اہل بیتؑ ہر شخص پر ہر حال میں لازم ہے تندرست ہو یا بیمار، مالدار ہو یا غریب و نادار۔

حوالہ: الخصال شیخ صدوق صفحہ 278 حدیث 21

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 50 باب 01 حدیث 18

(3) حضور اکرمؐ۔ کوئی قول نہیں مگر عمل کے ساتھ اور کوئی قول اور عمل نہیں مگر نیت کے ساتھ اور کوئی قول، کوئی عمل اور کوئی نیت نہیں مگر اس وقت جبکہ وہ سنت کے مطابق ہو۔

حوالہ: اصول کافی (عربی) جلد اول صفحہ 56 حدیث 09

تہذیب الاحکام جلد چہارم صفحہ 186 حدیث 525

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 63 باب 05 حدیث 02

المحاسن صفحہ 222 حدیث 134

المقنعہ صفحہ 48

امالی شیخ طوسی (عربی) جلد اول صفحہ 346

(4) حضور اکرمؐ۔ جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھے وہ مشرک ہے اور جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس کے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے مگر وہ اسے لوگوں کو دکھانے کے لیے کرے تو وہ بھی مشرک ہے کیونکہ خدا کبھی کسی ریاکار کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

حوالہ: تفسیر قمی جلد دوم صفحہ 47

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 73 باب 11 حدیث 12

(5) امیر المومنینؑ۔ ریاکار کی تین علامتیں ہیں۔ (1) لوگوں کو دیکھ کر مسرت اور نشاط سے عبادت کرتا ہے۔ (2) جب تنہا ہو تو سست روی سے کام لیتا ہے۔ (3) وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے تمام کاموں میں اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔

حوالہ: اصول کافی (عربی) جلد دوم صفحہ 223 حدیث 08

من لا یخضرہ الفقہ (عربی) جلد چہارم صفحہ 261 حدیث 824

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 76 باب 13 حدیث 01

(6) حضور اکرمؐ۔ سب سے زیادہ اجر و ثواب اس عبادت پر ملتا ہے جو سب سے بڑھ کر پوشیدہ طریقہ پر ادا کی جائے۔

حوالہ: وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 80 باب 17 حدیث 07

قرب الاسناد صفحہ 64

(7) جعفر صادقؑ۔ جس شخص کو (نبی یا امام کی جانب سے) کسی کار خیر کے بجالانے پر کچھ مخصوص اجر و ثواب کی خبر ملے اور وہ اس ثواب کے حصول کی غرض سے وہ کار خیر بجالائے تو اسے یقیناً وہ اجر و ثواب مل جائے گا۔ اگرچہ وہ ثواب والی بات نبیؐ (یا امامؑ) نے نہ فرمائی ہو۔

حوالہ: ثواب الاعمال صفحہ 160 حدیث 01

المحاسن صفحہ 25 حدیث 02

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 81 باب 18 حدیث 01

(8) امیر المومنینؑ۔ وہ گناہ جس پر تمہیں اذیت (روحانی) پہنچے خدا کے نزدیک اس نیکی سے بہتر ہے جو تمہیں عجب و غرور میں مبتلا کر دے۔

حوالہ: نہج البلاغہ حصہ سوم صفحہ 630 قول 46

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 93 باب 23 حدیث 16

(9) امام زین العابدینؑ۔ زمین کا سب سے بہتر قطعہ رکن و مقام کے درمیان والا ہے اگر کسی شخص کو اتنی عمر عطا کی جائے جتنی عمر حضرت نوحؑ نے اپنی قوم میں گزاری تھی (یعنی ساڑھے نو سو سال) اور اس مقدس جگہ پر رہ کر دن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگ کر خدا کی عبادت کرے مگر جب خدا کی بارگاہ میں جائے اور اس کے نامہ اعمال میں ہماری ولایت درج نہ ہو تو اسے یہ اتنی بڑی عبادت کچھ فائدہ نہیں دے گی۔

حوالہ: من لا یحضرہ الفقیہ (عربی) جلد دوم صفحہ 159 حدیث 17

وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 103 باب 29 حدیث 11

عقاب الاعمال صفحہ 243 حدیث 02

امالی شیخ طوسی (عربی) جلد اول صفحہ 131

مستدرک الوسائل جلد اول باب 27 حدیث 226

(10) محمد باقرؑ - اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ولایت۔ ان سب میں ولایت افضل ہے اس لیے کہ وہ ان سب کی کنجی ہے اور ولی ان سب چیزوں کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد نماز کا درجہ ہے فرمان رسول خداؐ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اس کے بعد زکوٰۃ ہے کہ خدا نے نماز کے بعد اس کا ذکر کیا ہے اور فرمان رسول خداؐ ہے کہ زکوٰۃ گناہوں کو دور کرتی ہے اس کے بعد حج ہے خدا کا فرمان ہے کہ حج خدا کی طرف سے ان لوگوں پر فرض کیا گیا ہے جو وہاں پہنچنے کی قدرت رکھتے ہوں (آل عمران آیت 97)

اور فرمان رسول خداؐ نے کہ ایک حج مقبول بہتر ہے بیس نافلہ نمازوں سے اور جو خانہ کعبہ کا طواف کرے اور سات بار گھومے اور دو رکعت اچھے طریقے سے بجالائے تو اللہ اس کے گناہ بخش دے گا اور آنحضرتؐ نے یوم عرفہ اور یوم مشعر ایسا فرمایا ہے۔ حج کے بعد روزہ ہے فرمان رسول خداؐ ہے کہ روزہ سپر ہے آتش دوزخ سے۔ افضل اشیاء وہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کے سوا چارہ کار نہ ہو کہ اس کو بجالایا جائے اور بعینہ ادا کیا جائے۔ نماز، زکوٰۃ، حج اور ولایت ایسی عبادتیں ہیں کہ کوئی شے ان کی قائم مقام نہیں ہوتی اور بغیر ادا کیے چارہ کار نہیں لیکن روزہ اگر فوت ہو جائے یا قصر ہو یا ماہ رمضان میں سفر ہو تو جو روزے قضا ہو جائیں تو دوسرے وقت ان کو ادا کیا جاسکتا ہے اور اس گناہ کا بدلہ صدقہ سے ہو جائے گا اور قضا بجالانا ضروری نہ ہوگا لیکن باقی چار کے لیے ایسا نہیں۔ امر الہی کی چوٹی اور بلندی، اس کی کنجی اور باعث رضائے الہی اطاعتِ امامؑ ہے اس کی معرفت کے بعد اللہ فرماتا ہے جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو (اے رسولؐ) ہم نے تم کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا (النساء آیت 80)

آگاہ ہو کہ اگر کوئی شخص قائم الیل اور صائم النہار اور اپنا تمام مال راہِ خدا میں دے دے اور تمام عمر حج کرے لیکن ولایت ولی اللہ کو نہ پہچانتا ہو اور اس کے اعمال اس (ولی اللہ) کی رہنمائی میں نہ ہوں تو اللہ کے نزدیک نہ اس کا کوئی ثواب ہے اور نہ وہ اہل ایمان سے ہے۔ جو لوگ ان میں نیکو کار ہیں اللہ اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل کرے گا۔

حوالہ: اصول کافی جلد اول صفحہ 254 باب 141 حدیث 05

(11) حضور اکرمؐ۔ نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں ہے اور یقین کے بغیر کوئی عبادت نہیں ہے اور تقویٰ کے بغیر کوئی کرامت نہیں ہے۔

حوالہ: مستدرک الوسائل جلد اول صفحہ 90 باب 05 حدیث 59

(12) امام علی رضاؑ۔ جو کوئی خدا کے لیے عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب خدا کے ذمے ہے اور جو کوئی لوگوں (کے دکھانے) کے لیے عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب لوگوں پر ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر یا کاری شرک ہے۔

حوالہ: مستدرک الوسائل جلد اول صفحہ 104 باب 11 حدیث 98

(13) جعفر صادقؑ۔ جو شخص اس دین میں لوگوں کے ذریعے داخل ہوگا تو وہ لوگ اس کو دین سے ویسے ہی باہر نکال دیں گے جیسے کہ داخل کیا تھا اور جو شخص کتاب و سنت کے ذریعے اس میں داخل ہوگا پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں لیکن وہ نہیں ہٹے گا۔

حوالہ: غیبت نعمانیہ صفحہ 22

میزان الحکمت جلد ہشتم صفحہ 476

(14) امام حسن عسکریؑ۔ عبادت زیادہ روزے رکھنے اور نمازیں پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ عبادت امور الہی میں زیادہ غور و فکر کرنے کا نام ہے۔

حوالہ: بحار الانوار جلد 78 صفحہ 373

ضمیمہ قرآن از مقبول احمد دہلوی صفحہ 762 ضمیمہ 89 نوٹ 02

القطرہ جلد چہارم صفحہ 430

اصول کافی جلد سوم صفحہ 320 باب 156 حدیث 04

(15) امام زین العابدینؑ۔ بے شک جو لوگ امام (مہدیؑ) کی غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت کے قائل ہیں اور

ان کے ظہور کے منتظر ہیں وہ ہر زمانے کے لوگوں سے افضل ہیں کیونکہ خدا نے انہیں اس قدر عقل و فہم اور معرفت عطا فرمائی ہے کہ ان کے نزدیک غیب بمنزلہ حاضر ہے خدا نے انہیں مقام و منزلت کے اعتبار سے ان مجاہدین کی مثل قرار دیا ہے جنہوں نے رسول خدا کے ساتھ مل کر تلوار چلائی ہے وہ حقیقی مخلص ہمارے سچے شیعہ اور ظاہر بظاہر اور چھپ کر دین کی طرف بلانے والے ہیں۔

حوالہ: احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ 50

بحار الانوار جلد 52 صفحہ 152

القطرہ جلد چہارم صفحہ 477

(15) حضور اکرمؐ۔ اسلام برہنہ ہے اس کا لباس تقویٰ ہے اس کی زینت حیا ہے اس کا جوہر گناہوں سے پرہیز ہے اس کا کمال دین ہے اس کا ثمر عمل ہے ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد میرے اہل بیت کی محبت ہے۔

حوالہ: اصول کافی (عربی) جلد دوم صفحہ 46 حدیث 02

بحار الانوار جلد 27 صفحہ 82

(16) جعفر صادقؑ۔ عبادت تین طرح کی ہے۔ (1) ایک عبادت خوفِ نار سے کی جاتی ہے۔ یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ (2) دوسری عبادت طلبِ ثواب کے لیے کی جاتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ (3) تیسری عبادت محض حب اللہ کے لیے کی جاتی ہے یہ عبادت احرار ہے اور یہ تمام عبادات سے افضل ہے۔

حوالہ: اصول کافی جلد سوم صفحہ 366 باب 170 حدیث 05

نوٹ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے ”حسن“ ہے۔ (دیکھیے مراۃ العقول جلد ہشتم صفحہ 86)

(17) جعفر صادقؑ۔ لوگوں میں زیادہ پرہیزگار وہ ہے جو مشکوک معاملات میں جلدی نہ کرے (یعنی اگر کسی عمل میں شک ہو تو جب تک یقین نہ ہو جائے بعض رہے) زیادہ عبادت کرنے والا وہ ہے جو فرائض کو ادا کرتا ہے۔ زیادہ زہد والا وہ ہے جس نے حرام چیزوں کو چھوڑ دیا اور زیادہ زحمت اٹھانے والا وہ ہے جو گناہ نہیں کرتا۔



حوالہ: النخصل شیخ صدوق (مترجم) جلد اول صفحہ 37 باب 01 حدیث 51

(18) امیر المومنین - متقی کی بارہ علامتیں ہیں - (1) راست گوئی - (2) ادائے امانت - (3) ایفاء عہد - (4) فخر اور بخل کم کرتے ہیں - (5) صلہ رحمی - (6) کمزوروں پر رحم - (7) عورتوں سے کم ہم بستری - (8) حسن سلوک - (9) حسن خلق - (10) انتہائی بردباری - (11) علم کی پیروی جو خدا کے قریب لے جائے - (12) تحمل

حوالہ: النخصل (مترجم) جلد دوم صفحہ 284 باب 12 حدیث 09

(19) موسیٰ کاظم - جو شخص ہمارے شیعوں سے دشمنی کرتا ہے وہ ہم سے دشمنی کرتا ہے اور ہمارے شیعہ وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج بیت اللہ کرتے ہیں، ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتے ہیں - یہ ہیں حقیقی ایماندار، پرہیزگار، امانتدار جو ان کی بات رد کرتا ہے گویا خدا کی بات رد کرتا ہے اور جو ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے گویا خدا پر طعن و طنز کرتا ہے -

حوالہ: وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ 50 باب 01 حدیث 22

(20) امام زین العابدین - تمہارے اوپر درج ذیل حقوق ادا کرنا ضروری ہیں -

- (۱) خدا کا سب سے بڑا حق تم پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ پس جب تم خلوص نیت سے یہ کام انجام دو گے تو خدا اپنے اوپر لازم قرار دے گا کہ وہ تمہارے دنیا و آخرت کے امور کی کفایت کرے -
- (۲) نفس کا تم پر یہ حق ہے کہ اسے خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں مشغول رکھو -
- (۳) زبان کا یہ حق ہے کہ اسے فحش گوئی سے محترم رکھو اور اسے کلمہ خیر کہنے اور یا وہ گوئی نہ کرنے اور جس بات کا کوئی فائدہ نہ ہو اس کے ترک کرنے اور لوگوں سے نیکی کرنے کی بات کرنے اور ان کے بارے میں اچھی بات کہنے کا عادی بناؤ -

(۴) کان کا یہ حق ہے کہ اسے غیبت اور گلہ گوئی اور ہراس آواز کے سننے سے منزعہ رکھو جس کا سننا حلال نہیں ہے -

(۵) آنکھ کا حق یہ ہے کہ اسے اس سے نیچے جھکائے رکھو جدھر نگاہ کرنا جائز نہیں ہے اور جدھر دیکھنے سے کوئی عبرت

حاصل نہیں ہوتی۔

- (۶) ہاتھوں کا یہ حق ہے کہ ان کو ادھر نہ پھیلاؤ اور نہ بڑھاؤ جدھر ان کا پھیلا نا اور بڑھانا جائز نہیں ہے۔
- (۷) پاؤں کا حق یہ ہے کہ ان سے چل کر ادھر نہ جاؤ جدھر جانا حلال نہیں کیونکہ انہی پاؤں سے پل صراط پر چلنا ہے پس غور کرو کہ پاؤں وہاں پھسل نہ جائے اور دوزخ میں نہ گر جاؤ۔
- (۸) پیٹ کا حق یہ ہے کہ اسے حرام (غذا) کا ظرف نہ بناؤ اور شکم سیری کے اوپر اضافہ نہ کرو۔
- (۹) شرمگاہ کا حق یہ ہے کہ اسے زنا سے بچاؤ اور اس طرف نگاہ کرنے سے بھی اس کی حفاظت کرو۔
- (۱۰) نماز کا حق یہ ہے کہ تم سمجھو کہ وہ خدائی بارگاہ میں حاضری اور حضوری کا نام ہے اور تم اس میں خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہو پس جب یہ معلوم ہوگا تو تم اس طرح کھڑے ہو گے جس طرح کوئی بندہ ذلیل و حقیر، راغب، راہب، خائف و راجی، مسکین، متضرع اور جس کی بارگاہ میں کھڑا ہے اس کا معظم و مکرم (کسی بڑی سرکار میں) سیکندہ و وقار کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اپنے دل و دماغ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کو اس کے حدود و قیود کے ساتھ بجالائے گا۔
- (۱۱) حج کا حق یہ ہے کہ یہ جانو کہ وہ تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں تمہاری حاضری اور اپنے گناہوں سے فرار کا نام ہے اور اس میں تمہاری توجہ کی قبولیت ہے اور اس فرض کی ادائیگی ہے جو خدا نے تم پر فرض کیا ہے۔
- (۱۲) روزے کا حق یہ ہے کہ تم جانو کہ وہ ایک پردہ ہے جو خدا نے جہنم سے بچنے کے لیے تمہاری زبان پر، کان پر، آنکھ پر، پیٹ پر اور شرمگاہ پر لٹکا رکھا ہے بس اگر تم روزہ نہیں رکھو گے تو گویا خدا کے اس پردہ کو پھاڑو گے۔
- (۱۳) صدقہ کا حق یہ ہے کہ تم جانو کہ وہ خدا کی بارگاہ میں تمہارا ذخیرہ ہے اور وہ امانت ہے کہ کل کلاں تم اس کے ثابت کرنے کے لیے کسی گواہ کے محتاج نہیں ہو گے بلکہ تم آج جو امانت پوشیدہ طور پر اس کے پاس رکھو گے کل وہ تمہارے علانیہ رکھی ہوئی امانت سے قابل بھروسہ ہوگی اور یہ بھی جانو کہ جو (صدقہ) دنیا میں تم سے بلاؤں، مصیبتوں اور بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ وہ آخرت میں دوزخ کی آگ کو دور کرے گا۔
- (۱۴) قربانی کا حق یہ ہے کہ تم اسے محض خدا (کی خوشنودی) کی خاطر کرو نہ کہ مخلوق کی خاطر اور تمہارا اس سے مقصد محض اس سے رحمت کا حصول اور بروز قیامت اپنے روح کی نجات ہو۔
- (۱۵) بادشاہ (وقت) کا حق یہ ہے کہ تم اس کے لیے آزمائش کا باعث بنائے گئے ہو اور خدا نے اسے تم پر حکومت دے کر اسے تمہارے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہے تم پر لازم ہے کہ (خواہ مخواہ) اس کی ناراضی کے درپے نہ ہو

ورنہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو گے اور اس کی بدسلوکی میں برابر کے شریک بنو گے۔  
 (۱۶) استاد (یعنی جو علم سے تمہاری تربیت کرتا ہے) کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم اور اس کی مجلس و محفل کی توقیر کرو اور پوری توجہ سے اس کی بات سنو اس پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور جب اس سے کوئی سوال کرو تو اسے ہی جواب دینے دو تم جواب نہ دو اور اس کی مجلس میں بیٹھ کر کسی اور سے باتیں نہ کرو اور نہ ہی اس کے پاس کسی کا گلہ کرو اور جب تمہارے روبرو اس کی برائی کی جائے تو تم اس کا دفاع کرو اس کے عیبوں کو چھپاؤ اور اس کی خوبیوں کو ظاہر کرو کبھی اس کے دشمن کے پاس نہ بیٹھو اور اس کے دوست سے کبھی دشمنی نہ کرو جب تم ایسا کرو گے تو خدا کے فرشتے بھی گواہی دیں گے کہ تم نے خدا کی خاطر (لہ) اس سے علم حاصل کیا ہے لوگوں کے لیے (لئنا) نہیں کیا ہے۔

(۱۷) مال و ملک سے جو تمہاری تربیت کرتا ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو سوائے ان باتوں کے جو خدا کی ناراضی کا باعث ہوں کیونکہ جہاں خالق کی نافرمانی لازم آئے وہاں کسی بھی مخلوق کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۸) رعایا کا حق یہ ہے کہ جب تم حاکم بنو تو یہ جانو کہ خدا نے ان کو تمہاری رعایا بنایا ہے کہ وہ کمزور ہیں اور تم طاقتور۔ پس واجب ہے کہ تم ان میں عدل و انصاف کرو اور تم ان کے لیے والد مہربان کی طرح بن کر رہو۔ اگر ان سے کوئی جاہلانہ حرکت سرزد ہو جائے تو انہیں معاف کرو اور سزا دینے میں جلد بازی نہ کرو اور خدا نے تمہیں ان پر جو قوت و قدرت عطا کی ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔

(۱۹) طالب علم (علمی رعایا) کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ خدا نے تمہیں ان کا قیم و سرپرست اس لیے بنایا ہے کہ اس نے تمہیں علم و فضل عطا فرمایا ہے اور اس لیے تمہارے لیے اپنی حکمت و دانائی کا خزانہ کھولا ہے۔ پس اگر تم لوگوں کو پڑھانے میں بھلائی اور اچھائی کرو گے اور دل سے تنگ نہیں ہو گے تو خدا تمہارے فضل و کمال میں مزید اضافہ فرمائے گا۔ اور اگر تم لوگوں کو علم نہیں پڑھاؤ گے یا ان کی خواہش علم کے وقت ان سے درستی اور بد خلقی کرو گے تو خدا پر لازم ہوگا کہ وہ تم سے علم اور اس کی رونق چھین لے اور تمہارا مقام لوگوں کی نظروں سے گرا دے۔

(۲۰) زوجہ کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ خدا نے اسے تمہارے لیے سکون و آرام اور انس و محبت کا باعث قرار دیا ہے پس یہ جانو کہ وہ خدا کا تم پر احسان ہے لہذا اس کا احترام کرو اور اس سے نرم روی اختیار کرو اگرچہ تمہارا حق اس پر بہت زیادہ ہے مگر اس کا بھی تم پر حق ہے کہ تم اس پر مہربانی کرو کیونکہ وہ تمہاری قید و بند میں ہے اسے (اچھا)

کھانا کھلاؤ اور (اچھا) لباس پہناؤ اور اگر اس سے کوئی جاہلانہ حرکت سرزد ہو جائے تو اس سے درگزر کرو۔  
 (۲۱) غلام (مملوک) کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ وہ تمہارے پروردگار کی مخلوق اور تمہارے باپ (حضرت آدمؑ) اور ماں (حضرت حواؑ) کی اولاد ہے اور وہ تمہارا گوشت و پوست اور تمہارا خون ہے اور وہ تمہارا اس لیے غلام نہیں کہ خدا کے علاوہ تم نے اسے پیدا کیا ہے یا اس کے اعضاء و جوارح میں سے کوئی عضو تم نے بنایا ہے یا اس کو رزق تم نے دیا ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ خدا نے کیا ہے پھر اس نے اسے تمہارا مسخر اور تابع بنا دیا ہے اور تمہیں اس کا امین بنا کر اسے بطور امانت تمہارے حوالہ کیا ہے تاکہ تم اس کے ساتھ جو بھی بھلائی کرو وہ اسے یاد رکھے پس تم اس کے ساتھ اسی طرح نیکی کرو جس طرح خدا نے تم سے کی ہے اور اگر تم اسے ناپسند کرتے ہو تو اسے تبدیل کر دو اور خدا کی مخلوق کو عذاب نہ کرو.....

(۲۲) ماں کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ اس نے تمہیں اس طرح (اپنے پیٹ میں) اٹھایا ہے جس طرح کوئی کسی کو نہیں اٹھاتا اور اس نے تجھے اپنے دل کے پھل میں سے وہ کچھ دیا جو کوئی کسی کو نہیں دیتا اور اس نے اپنے تمام اعضاء اور جوارح صرف کر کے تیری حفاظت کی اور کوئی پروا نہیں کی کہ وہ خود بھوکی رہی مگر تجھے کھلایا خود پیاسی رہی مگر تجھے پلایا خود تنگی رہی مگر تجھے پہنایا خود دھوپ میں رہی مگر تجھے سایہ کے تلے بٹھایا خود جاگی مگر تجھے سلایا (خود سردی و گرمی برداشت کی مگر) تجھے سردی اور گرمی سے بچایا۔ تو اس کا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر یہ کہ خدا کی مدد اور اس کی توفیق تیرے شامل حال ہو جائے۔

(۲۳) باپ کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ وہ تمہاری اصل و بنیاد ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تم بھی نہ ہوتے پس تمہیں اپنے اندر جو کوئی چیز اچھی نظر آتی ہے تو اس نعمت کے حصول کا (طاہری) سبب تیرا والد ہے۔ پس خدا کی حمد و ثناء کرو اور اس کا شکریہ ادا کرو۔

(۲۴) اولاد کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ وہ تم میں سے ہے اور اس دنیا میں اپنی نیکی و برائی کے ساتھ وہ تمہاری طرف ہی منسوب ہے اور جو کچھ تم اس کی تربیت کرو گے اسے ادب سکھاؤ گے اسے خدا کی طرف رہنمائی کرو گے اور اس کی اطاعت و بندگی پر اس کی جس طرح امداد کرو گے تو اس کے بارے میں تم ہی سے سوال کیا جائے گا پس اس معاملہ میں اس شخص کی طرح کام کرو جسے یقین ہو کہ اگر اس (اولاد) سے بھلائی کرو گے تو اسے اجر و ثواب عطا کیا جائے گا اور اگر اس سے برائی کرو گے تو اسے عذاب و عقاب کیا جائے گا۔

(۲۵) بھائی کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ وہ تمہارا (قوت) بازو ہے تمہاری عزت اور آبرو ہے اور تمہاری قوت و طاقت

ہے پس تم اسے خدا کی نافرمانی کرنے کا ہتھیار نہ بناؤ اور نہ ہی مخلوق خدا پر ظلم و زیادتی کرنے کا سامان بناؤ اور اس کے دشمن کے خلاف اس کی امداد کرو اور اسے اچھی نصیحت کرنا ترک نہ کرو پس اگر وہ خدا کا اطاعت گزار ہے تو یہ سب کچھ کرو ورنہ خدا کی ذات تمہارے نزدیک زیادہ مکرم و محترم ہونی چاہیے۔

(۲۶) آقا اور منعم کا حق یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ اس نے تم پر مال خرچ کر کے تمہیں غلامی کی ذلت سے نکال کر آزادی کی عزت و عظمت میں داخل کیا ہے اس نے تمہیں ملوکیت کی قید سے آزاد کیا ہے اور بندگی کی بیڑیوں سے چھڑایا ہے اور قید خانہ سے نکال کر تمہیں اپنے آپ کا مالک بنایا ہے اور اپنے پروردگار کی عبادت کے لیے فارغ کیا ہے اور یہ جانو کہ وہ تمہاری زندگی اور موت میں سب لوگوں سے تمہارے زیادہ قریب ہے اس لیے جان و مال سے الغرض جس چیز کی اسے ضرورت ہو اس کی نصرت کرنا تم پر واجب ہے۔

(۲۷) اس غلام کا جس پر احسان کر کے تم نے آزاد کیا ہے حق یہ ہے کہ تم جانو کہ خدا نے اسے آزاد کرنے کو تمہارے جہنم سے بچانے کا وسیلہ بنایا ہے اور اس دنیا میں ثواب یہ ہے کہ تم اس کے وارث ہو جبکہ اس کا کوئی رشتہ دار وارث نہ ہو یہ تمہارے مال خرچ کرنے کی مکافات ہے اور آخرت میں جنت ہے۔

(۲۸) جس نے تمہارے ساتھ نیکی اور بھلائی کی ہے اس کا حق یہ ہے کہ تم اس کا شکریہ ادا کرو اور اس کے احسان کو یاد رکھو اور اس کا اچھے الفاظ میں ذکر کرو اور اس کے لیے خدا کی بارگاہ میں مخلصانہ دعا کرو جب تم ایسا کرو گے تو (یہ سمجھا جائے گا کہ) تم نے پوشیدہ اور کھلم کھلا اس کے شکریہ کا حق ادا کر دیا اور پھر اگر کبھی اس کے احسان کا بدلہ احسان سے چکانے کا موقع ملے تو ضرور ایسا کرو۔

(۲۹) مؤذن کا حق یہ ہے کہ تم جانو کہ وہ تمہیں تمہارے پروردگار کی یاد دلاتا ہے اور تمہیں بلاتا ہے کہ خدائے عز و جل کا جو فرض تم پر ہے اسے ادا کر کے اجر و ثواب میں سے اپنا حصہ اس سے وصول کرو پس تم اس کا اس طرح شکریہ ادا کرو جس طرح اپنے محسن کا کرتے ہو۔

(۳۰) پیشماز کا حق یہ ہے کہ تم جانو کہ اس نے تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان سفیر بننے کی ذمہ داری اپنی گردن پر لی ہے اور اس نے تمہاری طرف سے گفتگو کی ہے تم نے اس کی طرف سے نہیں کی اس نے تمہارے لیے دعا کی ہے تم نے اس کے لیے نہیں کی اور خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کی بیبت ناک سے اس نے تمہاری کفایت کی ہے پس اگر اس میں کچھ نقص اور کمی ہے تو اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے نہ کہ تم پر۔ اور اگر مکمل ہے تو تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو اور اسے تم پر کوئی فوقیت نہیں ہے (الغرض) اس نے اپنی جان سے

(۳۱) تمہاری جان کو بچایا ہے اور اپنی نماز سے تمہاری نماز کو بچایا ہے اس لیے تمہیں اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔  
 ہم نشین کا حق یہ ہے کہ اس کے لیے نرم روی اختیار کرو، عام بول چال میں اس سے انصاف کرو اپنی مجلس سے اس کی اجازت کے بغیر اٹھ کر نہ جاؤ ہاں جو شخص تمہارے پاس آ کر بیٹھے اسے تمہاری اجازت کے بغیر جانے کا حق حاصل ہے اس کی لغزشیں بھول جاؤ اس کی نیکیاں یاد رکھو اور اسے جب کوئی بات سناؤ تو اچھی ہی سناؤ۔  
 (۳۲) پڑوسی کا حق یہ ہے کہ جب وہ غیر حاضر ہو تو اس کی (یعنی اس کے مال اور عزت کی) حفاظت کرو اور اگر حاضر ہو تو اس کا احترام کرو اگر مظلوم ہو تو اس کی نصرت کرو اور اس کی بری باتوں کی ٹوہ نہ لگاؤ اور اگر اس کی کسی برائی کا پتہ چلے تو اسے چھپاؤ اور اگر یہ جانتے ہو کہ وہ تمہاری نصیحت قبول کرے گا تو پھر اسے خلوت میں نصیحت کرو اور کسی مصیبت کے وقت اسے تنہا نہ چھوڑو اس کی لغزش سے درگزر کرو اس کا گناہ معاف کرو اور اس کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرو۔

(۳۳) ساتھی کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ مہربانی اور انصاف کے ساتھ محبت اختیار کرو اور جس طرح وہ تمہارا احترام کرتا ہے تم بھی اس کا احترام کرو اسے کسی بزرگی کا کام انجام دینے میں سبقت نہ لے جانے دو اور اگر وہ سبقت لے جائے تو پھر اس کے احسان کا بدلہ چکاؤ اور اس سے اسی طرح محبت کرو جس طرح وہ تم سے کرتا ہے اور اگر وہ کبھی خدا کی نافرمانی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے زجر و توبیخ کرو تم اس کے لیے رحمت بن کر رہو عذاب بن کر نہ رہو۔

(۳۴) شریک کار کا حق یہ ہے کہ اگر وہ غیر حاضر ہو تو اس کی بھلائی کا اسے بدلہ (بھلائی) سے دو اور اگر حاضر ہو تو اس کی اور بھی زیادہ رعایت کرو اور اس کے فیصلہ کے خلاف تم اس پر اپنا فیصلہ مسلط نہ کرو اور اس سے افہام و تفہیم کیے بغیر اپنی رائے پر عمل در آمد نہ کرو اس کے مال کی حفاظت کرو اور اس کے کم یا زیادہ مال یا اس کے کسی معاملے میں خیانت نہ کرو کیونکہ دو شریکوں پر تب تک خدا کا دست (شفقت) ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں۔

(۳۵) حال اور منال کا حق یہ ہے کہ اسے حلال ذرائع کے علاوہ کہیں سے حاصل نہ کرو اور صحیح مصرف کے سوا کہیں اسے خرچ نہ کرو اور (مال کے سلسلہ میں) اس شخص کو اپنے اوپر ترجیح نہ دو جو تمہارا شکر گزار نہ ہو اس (مال) کو خدا کی اطاعت میں صرف کرو اور بخل سے کام نہ لو ورنہ انجام کار حسرت و ندامت ہے اور اس کے ساتھ اس کے عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔



(۳۶) اس قرض خواہ کا جو تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہا ہے حق یہ ہے کہ اگر تم مالدار ہو تو اس کا حق ادا کرو اور اگر غریب و نادار ہو تو اپنے میٹھے بول سے اسے راضی کرو اور بڑے لطیف پیرایہ میں اسے لوٹاؤ۔

(۳۷) تم سے میل جول رکھنے والے کا حق یہ ہے کہ اسے دھوکہ نہ دو اس سے بددیانتی نہ کرو اور اسے فریب نہ دو اور اس کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔

(۳۸) تمہارے اس دشمن کا حق جس نے تمہارے خلاف دعویٰ دائر کر رکھا ہے۔ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو تم اپنے خلاف اس کے گواہ ہو اور اس پر ظلم و تعدی نہ کرو اور اس کا حق پوری طرح ادا کرو اور اگر اس کا دعویٰ غلط ہے تب بھی اس سے نرم روی کرو اور اس کے معاملے میں نرم روی کے سوا کچھ نہ کرو اور اس کے معاملے میں پروردگار کو ناراض نہ کرو۔

(۳۹) تمہارے اس دشمن کا حق جس کے خلاف تم نے دعویٰ دائر کر رکھا ہے یہ ہے کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس سے عمدہ طریقے سے گفتگو کرو اور اس کے حق کا انکار نہ کرو اور اگر تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو تو پھر خدا سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اپنا دعویٰ ترک کر دو۔

(۴۰) مشورہ طلب کرنے والے کا حق یہ ہے کہ اگر تم جانتے ہو کہ اس کی رائے درست ہے تو تم اسے اس سے آگاہ کر دو اور اگر نہیں جانتے تو اسے اس شخص کی طرف راہنمائی کرو جو (صحیح بات) جانتا ہو۔

(۴۱) مشورہ دینے والے کا حق یہ ہے کہ اگر اس کی رائے تمہارے موافق نہیں ہے تو اس پر (عمداً غلط مشورہ دے کر) تہمت نہ لگاؤ اور اگر اس کی رائے تمہاری رائے کے موافق ہے تو خدا کی حمد و ثنا کرو۔

(۴۲) نصیحت طلب کرنے والے کا حق یہ ہے کہ اسے نصیحت کرو اور اس سلسلہ میں تمہارا طریقہ رحم دلانہ اور نرم دلانہ ہوتا چاہیے۔

(۴۳) نصیحت کرنے والے کا حق یہ ہے کہ تم اس کے لیے تواضع کرو اس کی نصیحت پر کان لگاؤ۔ پس اگر وہ درست بات کہے تو خدا کی حمد و ثنا کرو اور اگر اس کی بات درست نہ ہو تو بھی اس پر رحم کرو اور اسے مہتم نہ کرو اور یہ سمجھو کہ اس نے (سہواً) غلطی کی ہے مگر تم اس سے اس کا مواخذہ نہ کرو مگر یہ کہ وہ اس تہمت کا مستوجب ہو تو پھر تم اس کی کسی بات کی پروا نہ کرو۔

(۴۴) بڑے بزرگ کا حق یہ ہے کہ اس کی کبر سنی کی وجہ سے اس کا احترام کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے اسلام میں داخل ہے اور لڑائی جھگڑائی میں اس کا مقابلہ نہ کرو اور راہ چلتے میں اس سے آگے نہ چلو اور اس سے جاہلانہ سلوک نہ کرو اور اگر

- وہ ایسا کرے تو تم اسے برداشت کرو اور پھر بھی اس کے اسلامی حق و خدمت کی وجہ سے اس کا اکرام کرو۔
- (۴۵) چھوٹے کا حق یہ ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت میں اس پر رحم کرو (اور اگر غلطی کرے تو) اس سے درگزر کرو اور اس کی پردہ پوشی کرو اور اس سے نرمی برتو اور (اچھے کام میں) اس کی اعانت کرو۔
- (۴۶) سائل کا حق یہ ہے کہ اس کی ضرورت و حاجت کے مطابق اسے عطا و بخشش سے نوازو۔
- (۴۷) مسئول (جس سے تم نے سوال کیا ہے) کا حق یہ ہے کہ اگر وہ کچھ دے تو اسے شکریہ کے ساتھ قبول کرو اور اگر کچھ نہ دے تو اس کی معذرت کو قبول کرو۔
- (۴۸) جو شخص تمہیں خوش کرے اس کا حق یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد و ثنا کرو پھر اس شخص کا شکریہ ادا کرو۔
- (۴۹) جو شخص تم سے برائی کرے اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے درگزر کرو اور اگر تم جانتے ہو کہ درگزر تمہارے لیے ضرر رساں ہے تو پھر اس سے انتقام لو۔
- (۵۰) اہل ملت (و دین) کا حق یہ ہے کہ ان کے لیے دل و دماغ میں سلامتی اور مہربانی کا پروگرام بناؤ اور ان کے برے سے بھی نرم روی اختیار کرو اور اس کی اصلاح احوال کی کوشش کرو اور ان کے محسن و نیکو کاروں کا شکریہ ادا کرو اور ان کے برے سے بھی ایذا رسانی کو روکو اور ان کے لیے وہ کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ان کے لیے وہ کچھ ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔ ملت کے بزرگوں کو بمنزلہ اپنے باپ کے اور اس کے نوجوانوں کو بمنزلہ اپنے بھائیوں کے سمجھو اور ان کی بوڑھی عورتوں کو بمنزلہ اپنی ماں کے اور چھوٹیوں کو بمنزلہ اپنی اولاد کے سمجھو۔
- (۵۱) اہل ذمہ (اہل کتاب کے وہ کفار جنہیں ادا کرتے ہیں) کا حق یہ ہے کہ ان کی وہ بات قبول کرو جو خدا نے قبول کی ہے (یعنی جذبہ وغیرہ) اور جب تک وہ خدا سے کیا ہوا عہد و پیمان پورا کریں تب تک ان پر کسی قسم کا ظلم و جور نہ کرو۔

حوالہ: من لایحضرہ الفقہ (عربی) جلد دوم صفحہ 376 حدیث 1626

الخصال صفحہ 564 حدیث 01

وسائل الشیعہ جلد 11 صفحہ 129 باب 03 حدیث 01

مکارم الاخلاق صفحہ 419

تحف العقول صفحہ 256



امالی شیخ صدوق صفحہ 301 حدیث 01

(21) جعفر صادق۔ وہ شخص ہمارا شیعہ نہیں ہے جو زبان سے (شیعت کا) دعویٰ کرے مگر اپنے عمل سے ہمارے اعمال و آثار کی مخالفت کرے ہاں ہمارا شیعہ وہ ہے جو دل و زبان سے ہماری موافقت کا دعویٰ کرے اور مقام عمل میں ہمارے آثار اور نقوش پاء کی پیروی کرے اور ہمارے والے عمل بجالائے۔

حوالہ: وسائل الشیعہ جلد 11 صفحہ 176 باب 21 حدیث 16

السرار صفحہ 147 حدیث 21

(22) امیر المومنین۔ اے لوگوں جن چیزوں کا مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہے ان میں سب سے زیادہ خطرناک دو ہیں۔ (1) خواہش نفس کی پیروی۔ (2) لمبی امیدیں۔ کیونکہ خواہش نفس کی پیروی آدمی کو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امیدیں آدمی کو آخرت بھلا دیتی ہیں۔

حوالہ: نہج البلاغہ حصہ اول صفحہ 131 خطبہ 41

وسائل الشیعہ جلد 11 صفحہ 194 باب 32 حدیث 06

(23) امیر المومنین۔ جو شخص خدا سے اپنے تعلقات خوشگوار بنائے گا تو خدا لوگوں سے اس کے تعلقات کو خوشگوار بنا دے گا اور جو شخص اپنی آخرت کے معاملات کی اصلاح کرے گا تو خدا اس کے دینی معاملات کی اصلاح کر دے گا۔

حوالہ: نہج البلاغہ حصہ سوم صفحہ 639 خطبہ 89

وسائل الشیعہ جلد 11 صفحہ 204 باب 39 حدیث 04

المحاسن صفحہ 29 حدیث 13

☆.....☆.....☆

